ارشادات حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ (مجدد صد چہاردہم)

اخلاقی ترقی کا آخری کمال

یہ ہے کہ ہمدردی خلائق میں کوئی نفسانی مطلب یا مُدعا یا غرض درمیان میں نہ ہو۔ بلکہ اخوت وقرابت انسانی کا جوش اس اعلیٰ درجہ پر نشو ونما پا جائے کہ خود بخود بغیر کسی تکلّف کے اور بغیر پیشِ نہاد رکھنے کسی قسم کی شکر گذاری یا دُعا اور کسی قسم کی پاداش کے وہ نیکی فقط فطرتی جوش سے صادر ہو۔

عزیزو!

اپنے سلسلہ کے بھائیوں سے خاص طور سے محبت رکھو اور جب تک کسی کو نہ دیکھو کہ وہ اس سلسلہ سے کسی مخالفانہ فعل یا قول سے باہر ہوگیا ہے تب تک اس کو اپنا ایک عضو سمجھو لیکن جو شخص مکاّری سے زندگی بسر کرتا ہے اور اپنی بدعہدیوں یا کسی قسم کے جور وجفا سے اپنے کسی بھائی کو آزار پہنچاتا ہے یا وساوس وحرکات مخالف عہد بیعت سے باز نہیں آتا وہ اپنی بدعملی کی وجہ سے اس سلسلہ سے باہر ہے اس کی پرواہ نہ کرو۔

چاہیے کہ اسلام کی ساری تعریف تمہارے وجود میں نمودار ہو اور تمہاری پیشانیوں میں اثر سجود نظر آوے اور خدائے تعالیٰ کی بزرگی تم میں قائم ہو اگر قرآن اور حدیث کے مقابل پر ایک جہان عقلی دلائل کا دیکھو تو ہرگز اس کو قبول نہ کرو اور یقیناً سمجھو کہ عقل نے لغزش کھائی ہے۔ توحید پر قائم رہو اور نماز کے پابند ہو جاؤ۔ اپنے مولیٰ حقیقی کے حکموں کو سب سے مقدم رکھو اور اسلام کے لئے سارے دُکھ اٹھالو۔ ولا تموتن الا وانتم مُسلمُون

(پیغام صلح ۱۶ ستمبر ۱۹۸۱ء)

اداریہ

''زندگی کا اصل مقصد انسانیت کی خدمت ہے''

اگر زندگی فقط سانس لینے کا، کھانے پینے، ہنسنے رونے کا نام ہے تو کائنات میں اِس سے بے وقعت وحقیر چیز اور کوئی نہیں ہوسکتی کہ جس کی قسمت میں فقط شکست لکھی ہے، جو ازل سے موت کے ہاتھوں رُسوا ہو رہی ہے اور ابد تک یہی سلسلہ جاری رہے گا! مگر یہ سچ نہیں! کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا جس میں موت کو شکست دینے والے وجود نہ پیدا ہوئے ہوں۔ گو اُن کے خاکی جسم تو مٹ گئے مگر انسانیت کی خدمت اُن کے نام کو مرنے نہیں دے رہی۔

مگر موت کی کیا اوقات کہ وہ نافع الناس وجود سے زندگی چھین سکے؟ موت اگر کچھ چھین سکتی ہے تو وہ فقط سانس ہے، تاریخ عالم گواہ ہے جس جس وجود نے دنیا کی فلاح کے لیے کچھ نمایاں کیا، موت اُس کا کچھ بگاڑ نہیں پائی۔ اسی زمرہ کے ایک شخص محترم عبدالستار ایدھی بھی تھے۔ عبدالستار ایدھی جیسے وجود موت کے ہاتھوں فنا نہیں ہوتے بلکہ بقا کی محفوظ گود میں بیٹھ کر موت اور فنا کا منہ چڑاتے رہتے ہیں۔

ان گنت لاوارثوں کا وارث، بے شمار یتیموں کا باپ، لاتعداد بے سہاروں کا سہارا، ایسے فرد کو موت مار نہیں سکتی، موت چاہے کتنی ہی طاقتور کیوں نہ ہو بہر حال اتنی طاقتور نہیں ہوسکتی اس قدر نافع الناس وجود مٹا سکے، عبدالستار ایدھی ایک فرد نہیں بلکہ اس ملک کی تاریخ کا ایک خوبصورت باب ہے جو بظاہر بند ہوگیا، اجل نے بہر حال آنا ہی ہوتا ہے یہی قانون قدرت ہے، مگر ایسے لوگ بجا طور پر اس قابل ہوتے ہیں کہ وہ بہانگ دہل کہہ سکیں۔

''بلھے شاہ اسی مرنا ناہیں، گور پیا کوئی ہور''

اس ملک میں ایثار اور بے لوث خدمت کی اور بھی بے شمار مثالیں ہوں گی مگر ایدھی صاحب ایسا نشان راہ، ایسا سنگ میل ہے جس کو عبور کرنے والے مشکل سے پیدا ہوں گے، زندگی کے پینسٹھ برس انسانیت کی خدمت، مشکل حالات میں اس قدر ہمت اور حوصلہ یہ خاکی انسان کے بس کی بات نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم ہی ہوسکتا ہے۔ عبدالستار ایدھی فرد نہیں اس ملک کا فخر، اس قوم کے سر کا تاج ہے اور شاید ایدھی واحد شخص ہیں جسے قوم نے اس کی زندگی میں وہ عزت واحترام دیا جس کا حق تھا، جس کا نام لیتے ہوئے عام آدمی کے چہرے پر بھی احترام اور فخر کے تاثرات پیدا ہوتے ہیں۔ حقیقتاً یہ اس ملک اور اس قوم کے ایک رویے کا خوبصورت باب ہے جو جزوی طور پر بند ہوسکتا ہے مکمل طور پر نہیں، یہ زمین بانجھ نہیں!

موت کی اوقات صرف اس قدر ہے کہ وہ فانیوں کو فنا کر کے اپنی برتری دکھاتی ہے۔ موت کا زُور صرف اُس زندگی پر چلتا ہے، جو باوجود سانسیں لینے کے، باجود بلند وبالا محل تعمیر کرنے کے، باوجود زندہ دکھائی دینے کے اپنے ذاتی نفع نقصان میں فنا ہو۔ اور جو وجود بذات خود ہی فنا کا انتخاب کرتا ہے اس کو بقا نصیب ہو بھی کیسے سکتی ہے! موت صرف اس زندگی کو شکست دے سکتی ہے جو اپنی ذات سے شروع ہو کر اپنی ہی ذات پر ختم ہو جائے۔ موت اس وجود کو مٹا سکتی ہے جو اپنی ذات کو ہی کُل کائنات سمجھتا ہے۔ انسان اپنے آپ کو جس قدر محدود کرتا موت اُسی قدر آسانی سے اس کے وجود کا ثبوت مٹا دیتی ہے، اولین ایک کچی یا پکی قبر، پھر ایک شکستہ وگمنام قبر اور قصہ ختم۔ مگر ایدھی صاحب کا وجود کس قدر نافع الناس تھا اس کا اندازہ کرنا بھی ممکن نہیں۔

دنیا میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے ادھر نکلے

☆☆☆☆

نماز کے بعد روزہ تقویٰ حاصل کرنے کا اہم ترین ذریعہ ہے

خطبہ جمعہ، فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مورخہ 17 جون 2016ء

بمقام جامع دارالسلام، لاہور

''اللہ بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے۔

ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارے لئے روزے ضروری ٹھہرائے گئے ہیں جیسے کہ اُن لوگوں کے لئے ضروری ٹھہرائے گئے جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم متقی بنو۔ (سورۃ البقرہ۲: آیت ۱۸۳)

یہ آیت اُس رکوع کا شروع ہے جس میں روزوں کے احکامات آئے ہیں۔ پچھلے خطبہ میں میں نے رمضان شریف کے پس منظر، اس کے نام، صیام، صوم کی تشریح کی تھی۔ اور ساتھ یہ بتایا تھا کہ اس آیت میں عبادات کی طرح قرآن کا مقصد بھی انسان کا متقی بننا بتایا ہے۔ میں نے پچھلی دفعہ بھی بتایا تھا کہ تقویٰ صرف بھوکا اور پیاسا رہنے سے ہی نہیں حاصل ہوتا بلکہ تب حاصل ہوتا ہے جب اس بھوک اور پیاس کو برداشت کرنے کے ساتھ وہ روح بھی شامل ہو جو اللہ کے قرب کی تڑپ اپنے اندر رکھتی ہو۔ اللہ تعالیٰ کو نہ کسی کی بھوک چاہیے اور نہ کسی کی پیاس، اس کو تقویٰ چاہیے جس کا مطلب ہے کہ دل میں وہ احساسِ ندامت رہے جو اللہ کی نافرمانی کر دینے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے یا اس کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کتاب نازل کی، اس کے احکامات پر عمل نہ کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ قرآن کو اللہ تعالیٰ نے ھدی للمتقین کہا ہے یہی واحد ذریعہ ہے جس پر عمل کرنے سے انسان متقی بنتا ہے اس کا اعلیٰ نمونہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں قرآن پر عمل کر کے دکھایا اور یہی ہر مسلمان سے تقاضا ہے کہ اس نمونہ پر عمل کرے اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرے۔

پچھلے خطبہ میں میں نے اس بات پر زور دیا تھا کہ رمضان میں عبادات کی طرف خاص توجہ دی جائے اور پھر ان کو ایسی عادت بنا دی جائے کہ وہ ہماری زندگی کا ایک حصہ بن جائیں، ہم اپنی روح کو جو اس وقت پرورش دے رہے ہیں یہ نہ ہو کہ اس کو رمضان ختم ہوتے ہی پھر سے کمزور کر دیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت لوطؑ کی اونٹنی جس کو ناقۃ اللہ سے تشبیہہ دی گئی کی مثال کو مدنظر رکھتے ہوئے فرمایا ہے کہ انسان کی روح بھی ناقۃ اللہ ہے۔ اللہ کی اونٹنی کی طرح جس کو اگر ہم غذا فراہم نہیں کریں گے، اس کو وہ کھانا اور پانی جو روح کے لئے پرورش کا ذریعہ بنتا ہے، نہ دیں گے تو ہم بھی ناقۃ اللہ کو مارنے والے ہوں گے اور ہم بھی اللہ کی ناراضگی کے لائق قرار پائیں گے۔

پچھلے خطبہ میں میں نے تمام وقت نماز کو قائم کرنے کی اہمیت پر صرف کیا کہ اگر ہم نماز قائم کرنے میں کمزور ہیں تو پھر ہمارے پاس یہ ایک ایسا موقع ہے کہ ہم نماز قائم کریں اور پھر اس کو اپنی عادت بنا ڈالیں۔

آج اسی مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے میں آپ کی توجہ قرآن جو اس ماہ میں نازل ہوا کی طرف مبذول کراتا ہوں جب ہم عبادات کر رہے ہیں، روزے رکھ رہے ہیں تو ہم خدا تعالیٰ کا ایک طرح سے شکر ادا کر رہے ہیں کہ اس نے ہم پر وہ کتاب اُتاری جو ہمارے لئے ہدایت کا ذریعہ بنی۔ قرآن جب ہم پر نازل ہوا تو پھر اس آیت پر ہمیں غور کرنا چاہیے کہ **''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی اس کو وہ ایسے تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ تلاوت کرنے کا حق ہے اور یہی لوگ ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں'' (سورۃ البقرہ آیت ۱۲۱)**

تلاوت کا حق کیسے ادا ہوتا ہے؟

تلاوت کا حق ادا کرنا صرف گلے سے الگ الگ آوازیں نکالنے تک محدود نہیں ہوسکتا۔قرأت اور تجوید جو بڑی لازمی چیزیں ہیں ۔کہیں کہیں غلط پڑھنے سے مطلب الٹ ہی جاتا ہے اور نعوذ باللہ انسان کے منہ سے غلط چیز ادا ہوجاتی ہے اس کا تو خیال انتہائی ضروری ہے لیکن حق صرف بہت خوبصورتی سے پڑھ لینے سے ادا نہیں ہوتا۔حق اس کتاب کے پڑھنے کا تب ہی ادا ہوتا ہے کہ جب ہم جو پڑھیں اس کو سمجھ کر پڑھیں جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہمیں قرآن معنی کے ساتھ پڑھنا چاہیے اور بچوں کی بھی توجہ اس کی طرف دلانی چاہیے۔ پھر جو ہم پڑھیں اور سمجھیں اس پر عمل کرنا چاہیے اور پھر جو عمل کرنے سے ہماری زندگیوں میں تبدیلی آئے اس تبدیلی کو لے کر ہم آگے نکلیں تو ہماری تبلیغ اور قرآن کو دنیا کے کونوں تک پہنچانے کا حق تب ادا ہوتا ہے۔ جو لوگ قرآن کو بچپن میں نہیں پڑھ سکے، والدین نے بھی ان کو توجہ نہیں دلائی تو اب بھی ان کو اس طرف توجہ دینی چاہیے اور پھر ان لوگوں کو جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پڑھنے کا علم دیا ہوا ہے اور وہ پڑھ سکتے ہیں ان پر فرض بن جاتا ہے کہ وہ اُن لوگوں کو قرآن پڑھائیں جو پڑھ نہیں سکتے ۔اور جو ہم قرآن پر عمل کرنے کے بعد اپنے اندر تبدیلی محسوس کریں یہ واحد ذریعہ ہے جس کا اثر اور لوگوں پر ہوگا۔

اسلام غیروں کی نظر میں اتنا بدنام کیوں؟

اسلام دنیا میں آج کل بدترین مذہب سمجھا جاتا ہے اور تخریب کاری تمام دنیا میں اس کے ساتھ منسوب کی جاتی ہے۔کہیں یورپ یا امریکہ میں کوئی تخریب کاری ہوجائے تو پہلا خیال دل اور دماغ میں یہی آتا ہے کہ یہ کسی مسلمان کی ہی حرکت ہوسکتی ہے۔بعد میں پتہ چلتا ہے کہ یہ ان کے اپنے ہی ہم مذہب شہری کی حرکت تھی۔

اسلام پر یہ زوال کیوں؟

کیونکہ جن پر یہ کتاب نازل ہوئی انہوں نے اس کتاب پر عمل چھوڑ دیا ۔ہماری جماعت جس کو اس زمانہ کے امام مسیح موعودؑ نے قرآن کے ماتحت زندگی بسر کرنے کے لئے بنایا، متقی بننے کے لئے بنایا۔اس کے لئے یہ بے حد ضروری ہے کہ وہ قرآن پر پوری طرح عمل کریں۔ ہمارا فرض ہے کہ قرآن پر عمل کرنے کی طرف توجہ ہم اپنی اولاد میں منتقل کریں اور یقینی بنائیں کہ وہ قرآن کو بامعنی پڑھنا سیکھیں۔ان کو باعمل مسلمان بنانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی زندگیاں قرآن کے مطابق گزاریں۔ جو ہم عمل کرتے ہیں وہ لاشعوری طور پر ہمارے بچے سیکھتے رہیں۔

ہم اپنے اندر ضرور یہ اہم تبدیلیاں اس ماہ مبارک میں لائیں کہ ہم اپنی جماعت کو کبھی اپنے ہاتھوں بدنام ہوتا نہ دیکھیں ، جہاں کہیں بھی قرآن پڑھا جارہا ہو، جہاں کہیں بھی قرآن سنایا جارہا ہو، اس کی طرف توجہ دیں۔ اگر رمضان میں تراویح کے دوران قرآن سنایا جارہا ہے تو ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے آپ کو تھوڑی سی مشقت میں ڈال کر قرآن کی تلاوت سنیں ۔تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی زندگیوں میں برکت عطا فرمائے۔

تہجد کی طرف توجہ

تہجد کی عادت بھی ہمیں ڈالنی چاہیے یہ ہماری بیعت میں بھی شامل ہے کہ اپنی پوری طاقت کے مطابق ہم تہجد ادا کریں گے۔تہجد فرض نماز نہیں ہے لیکن ہم نے خدا سے وعدہ کیا کہ ہم اپنی پوری طاقت کے مطابق تہجد ادا کریں گے تو پھر ہم میں سے کتنے ہیں جو اس وعدہ کی پاسبانی کررہے ہیں۔

توبہ اور استغفار کا مفہوم

یہ ماہ خاص کر اگلے آنے والے دن توبہ اور استغفار کے دن ہیں۔توبہ علیحدہ چیز ہے استغفار علیحدہ چیز ہے۔توبہ کے مفہوم میں ندامت کا احساس ہے کہ کچھ غلطی ہوگئی میں نادم ہوں، اور میں اپنی غلطی تسلیم کرتا ہوں میں اللہ تعالیٰ سے اس کی معافی مانگتا ہوں اور میں پورا ارادہ کرتا ہوں کہ یہ غلطی مجھ سے پھر سرزد نہیں ہوگی۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ یہ ارادہ کرکے توبہ کریں۔بار

بار غلطی ہو جائے گی لیکن ارادہ پختہ ہونا چاہیے۔ چاہے دن میں ہزار مرتبہ توبہ ٹوٹے ہزار دفعہ ارادہ کرنا چاہیے اور ہر مرتبہ نادم اور شرمسار ہونا چاہیے۔ مثال کے طور پر اگر ہم کوئی غلطی کرتے پکڑے جائیں تو اپنے لوگوں کے آگے شرمسار ہو جاتے ہیں تو پھر اگر اللہ جو سب کچھ دیکھ رہا ہے اس کے کہنے کے باوجود اگر ہم شیطان کی بات مانتے ہیں تو اس پر نادم کیوں نہیں ہوتے؟

استغفار ندامت نہیں ہے وہ اپنی انسانی کمزوریوں کا اعتراف ہے۔ ہر ایک انسان کمزور ہے، ہر ایک انسان سے غلطی ہو سکتی ہے اس لئے **استغفار کرنے کو ڈھال سمجھیں کہ یہ ہمیں گناہوں سے بچائے رکھے۔ اگر کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس کے لئے یہ معافی کا ذریعہ بن جائے اور یہ اس جہاں میں اور آخرت میں ہمارے لئے بخشش اور درجات کی بلندی کا باعث بنے۔** رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی جو معصوم نبی تھے دن میں ستر مرتبہ استغفار کرتے تھے۔ اگر ڈاکٹری کے شعبہ کے مطابق دیکھا جائے تو استغفار ایک بہت اچھی دوا ہے کہ ہم یہ کھالیں تو ہم فلاں مرض سے محفوظ رہ جائیں گے۔ لہذا توبہ وہ دوا ہے جو بیماری لگ جانے کے بعد علاج کے طور پر کھائی جاتی ہے اور استغفار وہ دوا ہے جو بیماری سے پہلے کھائی جاتی ہے۔ **لہذا استغفار کو اپنا ایک ورد بنالیں۔ اپنی نمازوں میں استغفار کریں، چلتے پھرتے استغفار کریں یہاں تک کہ یہ آپ کی** عادت بن جائے۔

دعا کی اہمیت

ہمارے زمانہ کے امام نے دعا کو بہت اہمیت دی ہے اور دعا کو انہوں نے بہت وسیع مفہوم میں لیا ہے اور انہوں نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ نماز کے اندر اپنی زبان میں اللہ سے دعائیں کریں۔ ہم اپنی ضرورت کے مطابق اللہ سے مانگیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآنی دعائیں ہم سجدوں میں نہیں کر سکتے لیکن ہم سجدے میں مثال کے طور پر اپنی زبان میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ:

''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بہتری عطا فرما، ہمیں آخرت میں بہتری عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے۔''

یہ مسئلہ پوچھا جاتا ہے کہ دعا نماز کے بعد کی جائے یا نہ کی جائے؟ اور کہا جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے نماز کے بعد دعا کو منع فرمایا ہے۔ دراصل حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ **دعائیں اپنی نماز میں اتنی کرو کہ بعد میں ہاتھ اٹھا کر کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔** جیسے کہ ایک بادشاہ کے دربار میں جاؤ وہاں کچھ نہ مانگو اور باہر آکر آوازیں کس کس کر مانگنے لگ جاؤ۔ اس بات پر مسیح موعود نے تعجب کیا ہے لیکن ہماری زندگی کا جوالمیہ ہے وہ یہ ہے کہ **سجدے تو ہم چھوٹے چھوٹے کریں جس کو مسیح موعودؑ مرغی کا دانہ چگنا کہتے اور ان سجدوں میں کچھ نہ مانگیں اور بعد میں لمبی لمبی دعائیں کرنے بیٹھ جائیں۔** وہ زمانہ بھی تھا جب احمدی کو دیکھ کر کہ وہ نماز کیسے پڑھ رہا ہے۔ کیسے کیسے سجدے کر رہا ہے۔ کیسی عاجزی دکھا رہا ہے۔ لوگ کہتے تھے کہ یہ ضرور احمدی ہوگا۔ سجدوں سے اٹھتے نہیں تھے اور لوگ یہ سمجھتے کہ خدانخواستہ اس کی جان تو نہیں نکل گئی۔ **اور ایسے بھی لوگ تھے جو سجدے میں سے اس وقت تک نہیں اٹھتے تھے جب تک ان کو خدا کی طرف سے جواب نہ مل جائے۔** رو رو کر اپنی جانیں ہلکان کر دیتے تھے۔ بعد میں ان کو ہاتھ اٹھانے کی ضرورت ہی نہیں رہتی تھی لیکن ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ نہ ہم سجدے کریں اور نہ ہم بعد میں کچھ مانگیں اور جو ہم پڑھیں اس کو ہم سمجھیں ہی نہ کہ ہم اللہ سے کیا کہہ کر آ گئے ہیں۔ **نماز ایک مکمل دعا ہے۔ نماز کے معنی کو سمجھیں۔ نماز صرف عربی میں ہی ادا ہو سکتی ہے لیکن اس کے معنی بخوبی سمجھیں۔ عربی الفاظ کا متبادل اپنی زبان نہیں بن سکتی۔**

اضطراب کی حالت میں دعائیں

اضطراب کی حالت میں دعائیں بہت قبول ہوتی ہیں۔ اس کے بارے میں میں نے پچھلی دفعہ بتایا تھا کہ اضطراب وہ احساس ہے جو عرب میں ان لوگوں کو ہوتا تھا جب وہ ریگستان میں اپنی کھیتی کو خشک ہوتا دیکھتے تھے۔ آپ اپنی روح کو اپنی کھیتی سمجھیں۔ ہم ہر وقت ڈرے رہتے ہیں کہ ہم پر یہ ہونے والا ہے ہم پر وہ ہونے والا ہے۔ نہ ہمارے دلوں میں اضطراب آتا ہے نہ ہم کوشش کرتے ہیں کہ ہم وہ حالت لے کر اپنے اللہ کے پاس جائیں، راتوں کو اپنے نرم بستر چھوڑ کر اللہ کے آگے

حاضری دیں اور اس حالت کو اپنے اوپر وارد کریں کہ ہم اپنے ڈر اور خوف کا اظہار کر رہے ہوں۔ جب سر پر کوئی بندوق لے کر کھڑا ہو اس وقت سب کو اضطراب ہوتا ہے۔ جب فرعون ڈوب رہا تھا تو اس کے دل میں بھی اضطراب آ گیا تھا۔

قربِ الٰہی کا حصول

قرب الٰہی کا ایک ذریعہ اللہ کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔''(سورۃ البقرہ آیت152)

حضرت مسیح موعودؑ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ کہتا ہے کہ: **''تم مجھے یاد کرو اس وقت جب تم سکون کی حالت میں ہو کہ میں تمہیں اس وقت یاد کروں جب تم مشکل میں ہو۔''**

کیا اللہ تعالیٰ نے صرف یہی ماہ بنایا ہے؟ جس میں عبادات اور دعائیں اور ذکر الٰہی کیا جائے۔ ہر ماہ بلکہ ہر لمحہ دعا و عبادت اور ذکر الٰہی میں صرف کرنا چاہیے۔

اپنی دعاؤں کو وسیع کریں

ہر فرد اپنی اولاد، اپنی بیوی، اپنے گھر کے بیمار اور اپنے گھر کی مصیبت کے لئے دعا کرتا ہے اور اس طرح دعائیں بہت محدود ہو جاتی ہیں۔ جبکہ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ **اسلام ایک بین الاقوامی مذہب ہے اور ہماری دعاؤں میں تمام مذاہب اور اقوام شامل ہونے چاہئیں۔** جتنے بھی مصیبت زدہ لوگ ہیں ان سب کے لئے ہمیں دعائیں کرنی چاہئیں۔ ان کے دین، ان کی قومیت، ان کا رنگ، ان کی جنس نہ دیکھتے ہوئے اپنے دشمن کے لئے بھی دعا کریں کہ اللہ اس کو ہدایت دے دے۔ یہ نمونہ ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے کہ **جب فرشتے نے کہا کہ میں ان پر پہاڑ گرا دیتا ہوں جنہوں نے آپ کو دکھ دیا ہے تو آپ رحمتہ العالمینؐ نے اس کو منع فرمایا۔** کیا ہم صرف اپنے گھر والوں اور جماعت کے لوگوں کے لئے دعائیں محدود رکھیں یا ان تمام لوگوں کو شامل کریں جو جنگوں سے متاثر لوگ ہیں جو ہجرت کر کے یورپ میں در بدر پھر رہے ہیں، جو بھوکوں فاقوں سے پریشان ہیں، جو بیماریوں میں مبتلا ہیں، جو جنگوں میں دبے پڑے ہیں، جن پر آزمائشوں کے پہاڑ گرے پڑے ہیں، یہاں پر بوڑھے بھی ہیں، بیمار بھی ہیں، عورتیں بچے بھی ہیں، غربت ہے، سیاسی بحران ہیں، ایک دوسرے کی نفرت اس ماہ عظیم میں نکال دیں اور اپنے اس چھوٹے سے کنویں سے نکل کر تمام دنیا کے لئے بھی دعائیں کریں کیونکہ **جب انسان اوروں کے لئے دعا کرتا ہے تو جب وہ خود مشکل میں ہوتا ہے تو فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں۔ کسی کی دعا رائیگاں نہیں** جاتی، اللہ تعالیٰ ہر ایک کی دعا قبول کرتا ہے، وہ فرماتا ہے:

''جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں قریب ہوں میں دعا کرنے والے کی دعا کو جب وہ مجھے پکارتا ہے قبول کرتا ہوں''۔

(سورۃ البقرہ آیت186)

تو اپنی دعاؤں کو ایک نئے زاویے سے دیکھیں، اپنے علاوہ اور لوگوں کے لئے بھی دعائیں کریں اور اپنی اس جماعت کے لئے خصوصی دعا کریں کہ جس کو طرح طرح کی آزمائشیں درپیش ہیں اور **ہم جو فتوے برداشت کر رہے ہیں، ان فتوؤں کو کون ہٹائے گا۔ ہم بھول جاتے ہیں کہ اللہ ہی مدد کرنے والا ہے۔** ہم اس کو پکار کر نہیں دیکھتے، وہ کہتا ہے میں سنتا ہوں ہم اس کو پکار کر تو دیکھیں اور اسے راتوں میں اٹھ اٹھ کر پکاریں۔

جنت کا واحد راستہ عمل ہے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وعدہ نہیں کیا کہ میرے ساتھ وابستگی جنت کی گارنٹی ہے۔ **آپؐ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو بھی گارنٹی نہیں دی انہیں بھی جنت کمانی ہے تو پھر ہم یہ سمجھیں کہ ہم اس خاندان، اس جماعت، اس دین سے ہیں لہذا بخشے جائیں گے اس کو ہم نے اپنے اندر سے نکالنا ہوگا۔**

دعا

رمضان میں ہم جو محنت کر رہے ہیں اس میں اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے کہ ہم ان دنوں کا پورا پورا فائدہ اٹھا سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو دنیا کی کامیاب جماعت بنائے، ہمیں قرآن کی تعلیم پھیلانے میں با اثر بنائے۔ ہماری تبلیغی مساعی قبول فرمائے اور اس کی وجہ سے ہمیں ترقی عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆

قرآن کریم کی روشنی میں تبلیغ کے لئے ضروری صفات

ڈاکٹر بشارت احمد مرحوم ومغفور

تبلیغ دین رسولوں کا کام ہے۔جیسا کہ قرآن کریم میں ہے ''اور بے شک ہم تمہاری طرف رسول ہیں۔'' (سورۃ یٰس) یعنی بھیجے گئے ہیں اور ہم پر فرض نہیں ہے مگر کھلا کھلا پہنچا دینا۔یعنی تبلیغ دین، پس رسولوں کے متبعین میں سے جو شخص بھی مبلغ ہے۔اس کے لئے ضروری ہے کہ ان تمام صفات کو اپنے اندر جمع کرے جو رسولوں میں اس مقصد کے حصول کے لئے پائی جاتی ہیں اور جن کا ذکر قرآن کریم میں ہم یکجائی طور پر سورۃ المدثر اور سورۃ المزمل میں پاتے ہیں۔

ہمارے نبی کریم صلعم کو جب تبلیغ دین کے لئے کھڑا کیا گیا تو پہلی وحی کے بعد دوسری وحی میں یہی حکم ہوا کہ ''اے نبوت اور اس کی ذمہ داریوں کے لباس کو اوڑھنے والے اُٹھ اور ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی کر اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھ اور ناپاکی سے دور رہ۔اور اس لئے احسان نہ کر کہ زیادہ ملے اور اپنے رب کے لئے صبر کر۔''

اس میں ایک مبلغ کو تبلیغ کی شرائط کی تعلیم دی ہے۔

(۱): سب سے پہلے یہ کہ جب تبلیغ کے لئے اٹھے تو مردانہ وار کھڑا ہو جائے یعنی پوری مستعدی اور استقامت کے ساتھ کمر بستہ ہو کر کھڑا ہو جائے۔

(۲): اور تبلیغ کے وقت فقط اپنے رب کی بڑائی مدنظر ہو۔دل کے کسی کونے میں اپنی بڑائی اور شہرت کی ہوس مخفی نہ ہو کہ لوگ ہمیں بڑا لیکچرار سمجھیں اور بڑا عالم و فاضل خیال کریں۔بڑا مقدس انسان سمجھ کر ہماری بڑائی کے قائل ہو جائیں۔ہمیں اپنا لیڈر بنالیں۔ہمارا جلوس نکالیں وغیرہ وغیرہ۔بلکہ فقط اپنے رب کی بڑائی مقصود خاطر رہے اور اپنا رب کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کے دل میں اپنے رب کی بڑائی سنانے کا خیال پوری محبت اور اخلاص کے ساتھ ہو جو ایک بندہ کو اپنے رب اور محسن حقیقی سے ہونی چاہیے۔

(۳): مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ وہ گندگی سے پرہیز کرنے والا ہو۔ خواہ وہ گندگی ظاہری ہو یا باطنی ضروری نہیں کہ کپڑے بہت بیش قیمت ہوں لیکن صاف اور پاکیزہ ہوں اور دل میں کسی قسم کے ناپاک جذبات اور گندے خیال نہ ہوں۔اور تقویٰ وطہارت پاکیزگی اور پاک دامنی کا ایک نمونہ ہو۔تاکہ اس کے زیر تبلیغ لوگوں میں اس کے پاکیزہ نمونہ کا نیک اثر پڑے جو خود گندگی میں پڑا ہو۔اس نے لوگوں کو گندگی سے کیا نکالنا ہے۔

(۴): پھر اپنی تبلیغ پر فخر اور ناز نہ ہو کہ وہ خدا پر احسان رکھتا پھرے اور اس سے بڑے اجر کا طالب ہو اور اگر اس کے رستہ میں تکلیف آئے تو اس سے خفا ہو جائے بلکہ وہ اپنے رب کے لئے ہر ایک دکھ اور مصیبت کو خوشی سے سہنے کے لئے تیار ہو۔کیونکہ اس کی تبلیغ محض محبت الٰہی اور محبت دین کی وجہ سے ہوتی ہے۔وہ نہ کسی اجر کا طالب ہوتا ہے، نہ اپنے لئے کسی غیرت کا خواہاں ہوتا ہے۔ اسی کو حضرت مسیح موعودؑ اس طرح فرماتے ہیں:

نے باید مرا یک ذرہ غرتہائے ایں دنیا
منہ از بہر ما کرسی کہ ماموریم خدمت را!

اور اس کا کامل نمونہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلیغی کارناموں میں ہمیں نظر آیا ہے کہ سالہا سال تک خدا کی بڑائی کا وعظ کرتے ہیں اور جواب میں دُکھ اٹھاتے اور ماریں کھاتے ہیں اور پھر ڈرتے ہیں کہ یہ دُکھ کہیں خدا کی ناراضگی کی وجہ سے نہ ہو۔جیسا کہ طائف سے واپسی پر جب آپ کو مخالف بارہ کوس تک پتھر مارتے اور پیچھا کرتے آئے تھے۔آپ زخموں سے لہولہان جناب الٰہی کے حضور میں یوں گویا ہوئے کہ اے میرے رب اگر یہ تمام تکلیفیں تیری مرضی سے ہیں تو میں ان سے راضی ہوں۔مجھے یہی فکر ہے کہ تو کہیں ناراض نہ ہو۔اسی صفت کو حضرت مسیح موعودؑ کس خوبصورتی سے چند شعروں میں فرماتے ہیں:

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار

(۵): ایک سچا مبلغ تبلیغ کر کے مخلوق سے نہ اجر چاہتا ہے نہ ان پر احسان رکھتا ہے بلکہ وہ محض اپنی ڈیوٹی ادا کرتا ہے اگر کوئی اس کی تبلیغ سے فائدہ اٹھاتا ہے تو وہ اس پر احسان نہیں رکھتا ہے۔ نہ بدلہ میں کوئی عوض مانگتا ہے۔ نہ اس تبلیغ سے اپنا پیٹ بھرتا۔ یا اپنی دوکان کا فروغ چاہتا ہے۔ اگر لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں تو وہ ان سے خفا نہیں ہوتا۔ وہ اپنی تبلیغ کے عوض میں اس کی قیمت میں اضافہ اور لوگوں کی تحسین و آفرین اور قدر شناسی کا خواہاں نہیں اس کی تبلیغ ان سب امور سے بالاتر ہوتی ہے۔

(۶): مبلغ کی استقامت میں فرق نہ آنا چاہیے۔ لوگوں سے ڈر کر حق کی تبلیغ کو چھوڑ نہیں دینا چاہیے۔ بلکہ ہر ایک قسم کے دکھ اور ہر رنگ کی مخالفت کو برداشت کرتے ہوئے اپنے فرض کو ادا کرتا چلا جائے۔

ان آیات کے علاوہ سورۃ المزمل میں مبلغ کو کچھ اور ضروری ہدایات عطا فرمائیں۔ فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''اے خدا کی محبت اور یاد کے لباس میں ملبوس! رات کو قیام کر سوائے تھوڑے حصہ کے یعنی اس سے آدھا یا اس سے کچھ کم کر لے یا اس پر بڑھا لے۔ اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھ، ہم تجھ پر ایک عظیم الشان بات کا بوجھ ڈالیں گے۔ بیشک رات کا اٹھنا نفس کو خوب زیر کرتا ہے اور دعا کو پر اثر بنا دیتا ہے۔ دن کو تیرے لئے لمبا شغل ہے۔ اور اپنے رب کے نام کی بڑائی کر اور سب سے الگ ہو کر اس کی طرف متوجہ ہو جا جو مشرق اور مغرب کا رب ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ سو اسے کارساز بنا اور اس پر صبر کر۔ جو وہ کہتے ہیں اور خوبی سے کنارہ کشی کرتے ہوئے انہیں چھوڑ دے۔'' مطلب یہ ہے کہ

(۱): مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ رات کو قیام کرے یعنی تہجد کی نماز پڑھے اور اس میں بہت دعائیں کرے کہ اس سے نفس کی خواہشات پر غلبہ حاصل ہوتا ہے اور دعاؤں کو پُر اثر بنا دیتا ہے۔ وعظ و تبلیغ میں اثر خدا کے فضل سے پیدا ہوتا ہے۔ محض زبان کی طاقت اور فلسفہ کا زور کچھ چیز نہیں۔ اثر جناب الٰہی کی طرف سے آتا ہے۔ پس اس کے لئے نیم شبی دعاؤں کی بڑی ضرورت ہے۔

(۲): مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھ سمجھ کر پڑھے اور اس کے مطالب پر غور کرے تا کہ فہم قرآن سے اسے حصہ ملے اور تہجد میں پڑھنے سے چونکہ وہ روحانیت کے انتشار کا وقت ہوتا ہے۔ اس کتاب الٰہی کے مطالب اور معانی کا انکشاف اس کے قلب پر بیش از بیش ہونے کا بہت احتمال ہے اس لئے قرآن اس وقت نماز میں یا نماز سے باہر پڑھنا ازدیادِ علم قرآن کا موجب ہوتا ہے۔

(۳): مبلغ کا فرض ہے کہ وہ اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا ہے۔ تبلیغ و وعظ مباحثہ و مجادلہ کے وقت خدا نہ بھولے اس وقت بھی بہت دعائیں کرے اور اسے حاضر و ناظر جان کر نہایت دیانتداری اور ایمانداری سے حق کو لوگوں تک پہنچا دے اور تبلیغ میں کسی کی رو رعایت نہ کرے۔ صرف رضائے الٰہی کو پیش نظر رکھے اور اپنے معاملہ کو خدا کے سپرد کرے اور نتائج حسنہ کو اس کے فضل پر منحصر رکھے۔ اگر شریر لوگوں اور دشمنوں سے واسطہ پڑے تو صبر اور استقامت سے کام لے اور نہایت خوبصورتی سے ان سے پرہیز کرے اور ان کے معاملہ کو خدا کے سپرد کرے کہ وہ جس طرح چاہے ان سے معاملہ کرے۔ مبلغ کا کام حق کو پہنچا دینا ہے۔ مخالف کو سزا دینا نہیں ہے۔

قرآن کریم میں مبلغ کے لئے ایک اور ہدایت بھی موجود ہے

(۱): سورۃ عبس میں ایک اندھے کی طرف تبلیغ میں جو ذرا بے توجہی ہوئی تو جناب الٰہی کی طرف سے تنبیہہ ہوئی کہ تبلیغ کے وقت بڑے چھوٹے کا

لحاظ نہ کیا کر۔ اندھے یا کسی غریب آدمی کو حقیر نہ سمجھو اگر وہ اخلاص سے دین سیکھنے آتا ہے تو اس کی طرف پوری توجہ دو۔ امیر یا بڑے لوگوں کی طرف توجہ کرنا اور غریبوں اور چھوٹے لوگوں کو نظر انداز کر دینا سخت غلطی ہے۔ انسان کو کچھ پتہ نہیں کہ کون ہدایت سے فائدہ اٹھائے گا اور کون نہیں۔ اور خدا کے نزدیک کون بڑا ہے اور کون چھوٹا۔ بس جو اخلاص سے آتا ہے۔ اس کی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہیے۔

قرآن کریم پر غور وفکر کرنے سے ایک مبلغ کو بہت سی ہدایات مل سکتی ہیں یہ دس ہدایات قرآنی کافی ہیں۔ وتلک عشرۃ کاملۃ انہی پر اگر عمل ہو جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ تبلیغ اپنا اثر ضرور دکھائے گی۔

بقیہ غور طلب باتیں

یہاں بھی موقعہ ایک جیسا ہے۔ خالق ایک ہی ہے خوشی ایک جیسی مگر ہمارے معیار دوہرے کیوں ہیں؟ کیا کسی کی بیٹی جب بہو بنتی ہے تو اس کے جذبات ختم ہو جاتے ہیں؟ اور اپنی بیٹی کے سدا قائم رہتے ہیں؟۔

اولاد کی تربیت

بچہ جب پیدا ہوا تو گھر کی عورتیں نے اسے گھیر لیا اور اس کے ناک نقشہ پر تبصرہ ہونے لگا۔ ایک نے کہا اس کی آنکھیں باپ کی ہیں، دوسری نے کہا اس کا ناک ماں کا ہے وغیرہ وغیرہ۔ دراصل بچہ Genes کا ایک سیٹ باپ سے اور ایک ماں سے لیتا ہے اور پھر وہ دونوں آپس میں یوں گڈ مڈ ہوتے ہیں کہ اس سے کچھ کردار باپ کا اور کچھ ماں کا ہوتا ہے۔ جس طرح بچے کے وجود کی بناوٹ میں ماں اور باپ کا عمل دخل ہوتا ہے اسی طرح اس کی اگلی زندگی کو نکھارنے میں بھی ہاتھ ہوتا ہے۔

بچوں کی تربیت پر ہی کسی قوم کی بہتری کا دارومدار ہوتا ہے۔ آج تک جو قومیں تباہ ہوئیں ہیں اسی وجہ سے ہوئی ہیں کہ پہلے لوگ مر گئے اور آنے والے ان کے قائمقام نہ بن سکے۔ پس کسی قوم میں جس قدر خرابیاں پیدا ہوتی ہیں ان کی وجوہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آنے والی نسلیں ماں باپ کے تجربات سے فائدہ نہیں اٹھاتیں۔

حضرت ایوبؓ اپنے والد اور اپنے دادا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھی تربیت سے بڑھ کر کوئی بہترین اعلیٰ تحفہ نہیں جو باپ اپنی اولاد کو دے سکتا ہے۔ والدین کو چاہیے کہ بچپن سے ہی بچوں کے دوستوں پر نظر رکھیں کیونکہ اگر اس کے دوست اچھے ہوئے تو اچھی تربیت پائے گا۔

ماں باپ کی خواہش ہوتی کہ بچے کو گناہ سے بچایا جائے لیکن اس کو پورا کرنا بہت مشکل ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ''چھوٹا ہے سمجھ آئے گی خود ہی ٹھیک ہو جائے گا'' لیکن اگر سوچا جائے تو گناہ اسی سے پیدا ہوتا ہے؟

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین دعائیں بلاشک قبول ہوتی ہیں۔ مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور باپ کی بیٹے کے متعلق دعا۔

غرض بچوں کی تربیت ہی ہے جو انسان کو وہ کچھ بناتی ہے جو آئندہ زندگی میں وہ بنتا ہے۔ ''حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بچہ فطرت صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں یعنی قریبی ماحول سے بچے کا ذہن متاثر ہوتا ہے جیسے جانور کا بچہ صحیح سالم پیدا ہوتا ہے، کیا تمہیں ان میں کوئی کان کٹا نظر آتا ہے؟ یعنی بعد میں لوگ اس کا کان کاٹتے ہیں اور اس سے عیب دار بنا دیتے ہیں۔ (بخاری شریف)

☆☆☆☆☆

الفاظ کی بناوٹ اوران کے اثرات

ملک بشیراللہ خان راسخ

لفظ کے معنی پھینکنے کے ہیں۔ ہماری زبان جو کچھ ہوا کے دوش پر بکھیرتی ہے وہ لفظ کہلاتا ہے۔منہ سے کہنا، بولنا اگر معنویت سے عاری ہوتو مہمل کہلاتا ہے۔اگر یہی آواز کا پھینکنا عقل ودماغ کا پابند ہوجائے تو آواز معنویت میں ڈھل جاتی ہے۔یعنی جو دماغ میں پیدا ہوا اور اس پیدائشی سوچ کو جب ہوا کی لہروں کے سپرد کردیا جائے تو یہ سوچ وفکر بامعنی الفاظ کا روپ دھار لیتی ہے۔ اور جب یہ سوچ لہروں پر سفر کرتے ہوئے کان کے پردہ سے ٹکراتی ہے تو سماعت کہلاتی ہے۔

یہ سماعت بھی فکر وسوچ کو ہی دعوت دیتی ہے اور فہم وادراک کے خزانوں کی کانوں کے دروا ہوتے جاتے ہیں۔گویا سماعت کا تعلق ادراک سے ہے یعنی سماعت سے ادراک پیدا ہوتا ہے۔

ادراک کا مادہ درک سے ہے جس کا مطلب کچھ پالینا ہے۔ جب ادراک تک رسائی ہوتی ہے تو انسان علم ومعرفت کو پالیتا ہے اور عارف کہلاتا ہے۔ یہ علم ومعرفت وادراک دنیاوی بھی ہوسکتا ہے اور دینی بھی۔ دینی معرفت وعلم انسان کو عارف باللہ بناتے ہیں جسے خدا شناس بھی کہا جاسکتا ہے۔ یہ عارف پھر اپنے الفاظ سے متعدد دلوں کو فیض یاب کرتا ہے۔یہی عارفانہ الفاظ جب سامنے موجود لوگوں کی سماعت سے ٹکراتے ہیں تو ردعمل پیدا ہوتا ہے اور یہ ردعمل مثبت یا منفی ہوسکتا ہے کیونکہ یہ سننے والے پر بھی منحصر ہے کہ وہ عارف باللہ کے الفاظ سے کیا معنی اخذ کرتا ہے۔یعنی الفاظ کی پرکھ اور سمجھ اور ادراک تک رسائی بھی عقل وفکر پر موقوف ہے۔اسی لئے اگر سوچ مثبت ہے تو عارف کے الفاظ کے ذریعہ مثبت علم تک رسائی حاصل ہوگی اور اگر سوچ ہی منفی ہے تو عارف کے علم تک رسائی نہ ہوگی اور وہ ادراک کی منزل سے بھٹک جائے گا۔

دماغ الفاظ پیدا کرتا ہے اور زبان تک جب یہ الفاظ پہنچتے ہیں تو زبان الفاظ کو دوسروں کی سماعت کے لئے فضا میں پھینکے گی۔ ذہنی پیداوار جتنی عمدہ ہووے گی تو زبان اتنے ہی عمدہ اور شیریں ذائقہ دار الفاظ مخاطب کے مقابل پیش کرے گی۔ ذہن اور زبان کا جتنا خوبصورت تال میل ہوگا اتنے ہی خوبصورت الفاظ کی سُریں اور مدھر دھنیں دوسروں کو مسحور کردیں گی۔ یہ تو بین ثبوت ہے دماغ جی پیدا کرتا، زبان بھی جی کہتی ہے تو مثل مشہور ہے۔جی کے ساتھ جی ہی ہوتی ہے اور تو کے ساتھ تکرار اور تو ہی ملتی ہے۔عارف کا کلام مخاطب کو منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے اور عارف کا دل ودماغ زبان، آواز اور کلام معرفت کا شیریں چشمہ ہوتا ہے۔اس چشمہ معرفت کے آب شیریں کو پی لینے کے بعد مخاطب کی تشنگی اور پیاس بھی بجھ جائے گی اور اطمینان قلب بھی حاصل ہوجاوے گا۔ درحقیقت خالص روشنی جو انسان کو کمال اور لازوال منزل پر پہنچانے کا وسیلہ ہے۔عارف باللہ انسان کے ذریعہ ہی ملتی ہے۔

انسان کی زندگی کی غرض وغایت کیا ہے۔اس کا مطلوب ومقصود کیا ہے اس کو الفاظ کے ذریعہ تو عارف باللہ سمجھاتا ہی ہے۔لیکن بعض اوقات الفاظ سے ہٹ کر ایک اور ذریعہ بھی استعمال کیا جاتا ہے جو نہ ہی کسی قسم کے الفاظ کا محتاج ہے اور نہ ہی آواز کا محتاج ہے۔ یہ ذریعہ احساسات کا ہے۔احساسات الفاظ سے کہیں زیادہ موثر ذریعہ ہے جو اللہ عارف کو عطا کرتا ہے۔

احساسات کی خوشبو دل سے اٹھتی ہے اور آنکھوں ہی آنکھوں سے

دوسرے کے دل پر الہام کر جاتی ہے اور اس احساسات کی خوشبو میں ایک عجیب سرور اور لذت پنہاں ہوتی ہے جو دلوں میں اتر جاتی ہے۔آنکھ دل کی ترجمانی کرتی ہے اور وہ ایک لمحہ میں وہ کچھ کہہ جاتی ہے جو زبان یا قلم کے الفاظ ساری عمر نہیں کہہ پاتے۔دلوں کی ھوک کبھی غلطی نہیں کھاتی لیکن زبان اکثر دل کی نفی کر کے کپکپا جاتی ہے۔لڑک کر لڑکھڑا کر دماغ کے زیر اثر جھوٹ بول جاتی ہے۔

زبان اگر صرف اور صرف دماغ کے زیر اثر ہو کر ہی الفاظ کو لہروں کے سپرد کرے تو نا قابل اعتبار ہے۔ایسے الفاظ صرف کانوں تک ہی محدود ہو کر رہ جاتے ہیں۔جبکہ دل سے نکلا ہوا پیغام دلوں کو متاثر کرتا ہے۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

حیرانگی کا مقام ہی دراصل عقل کی انتہاء ہوتی ہے اور قلب اتنا وسیع کہ کائنات سما جاوے۔

ارض و سما کہاں تیری وسعت کو پا سکے
میرا دل ہی ہے کہ جہاں تو سما سکے

دل کی وسعت اور عقل کی مجبوریاں، یہ جان لینا چاہیے عقل کے دروازے بند ہوں تو دل کے دریچے کھل جاتے ہیں۔دنیا میں ہر شے کی قیمت ہے کچھ کھو کر ہی کچھ پایا جاتا ہے۔

گویا شعور کھو کر لاشعور پایا جاتا ہے۔جب دل ہی وسوسوں اوہام، شکوک و شبہات کا شکار ہے تو سب کچھ غارت ہے۔اور جب دل ان کمزوریوں اور خامیوں سے پاک ہو تو حقیقت پیدائش انسان، دنیا اور کائنات کا روشن پہلو اجاگر ہوتا ہے

عارف،مومن،متقی،ولی کا قلب روشن ہوتا ہے اور انہیں نظام کائنات اور صانع کائنات کے پہچاننے میں کوئی دقعت پیش نہیں آتی اور انہی برگزیدوں کے الفاظ سے مدِ مقابل کے قلب کو روشن کر دیتے ہیں۔دلوں پر قلوب پر چھائے اندھیرے چھٹ جاتے ہیں۔چراغ قلب آب و تاب سے منور اور پاک ہو جاتا ہے اور خداوندکریم کی برکات اور فیوض سے آدم فیضیاب ہو کر منزل مقصود تک پہنچتا ہے۔انسانی عقل بھی دل کی معاون ہوتی ہے مگر حواس خمسہ دنیاوی نفع و نقصان کے غلام ہوتے ہیں۔اپنے ہی عقل کے کھینچے ہوئے دائرہ میں (بند ہو جاتے ہیں) آگے بڑھ کر سوچنے کی عقلی قوت معذور ہو جاتی ہے۔یہاں عقل کی یہ معذوری کو دیکھ کر دل معاملات کو اپنے کنٹرول میں لے لیتا ہے۔گویا جہاں عقل پھنس جاتی ہے قلب جاری ہو جاتا ہے تو بالآخر نتیجہ یہی نکلتا ہے۔قبل اس کے کہ عقل پھنس جائے اور فنا اور تباہی کا سبب بنے دل کو راہبر بناویں۔قلب کی کائنات کو وا کریں۔قلب مومن اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔

اطمینان قلب حاصل ہو جائے۔یہ عارف و صادق کی صحبت کے بغیر ناممکن ہے۔وہ عارف کامل شخص، کامل انسان جس کے دامن معرفت میں سلوک کی تمام منازل، حسن روحانی کا عظیم الشان نشان، چودھویں صدی کا امام الزمان، جس کے صحن قالب میں عشق الٰہی، جس کے لبوں پر عشق رسولؐ، جس کا مثالی کردار، سحر انگیز گفتار، ہدایت حق و صداقت کا علمبردار، امام زمانہ مسیح موعود علیہ السلام۔اس کامل عارف کے لبوں سے نکلتے ہوئے الفاظ نے پیروکاروں کے قلب و روح کو جلا بخشی اور زمانہ کی تاریکیوں سے الجھے بنا منزل اطمینان قلب پر پہنچا دیا اور اسی عارف کے الفاظ کو کانوں میں سمیٹنے والے منزل تک پہنچ گئے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیمات، ملفوظات، مندرجات اور کتاب کا ورق، ورق اور سطر، سطر ایسی ہے کہ جو مردہ دلوں کے لئے آب حیات ہے۔

1902ء میں 22 مارچ کو زمرۂ احباب میں فرماتے ہیں، مامور من اللہ کی صحبت میں رہنے والے لوگ بہت کچھ فائدہ اٹھاتے ہیں اور ایک حد

تک علم صحیح اُس تعلق کے متعلق جو مامور من اللہ میں اور خدا تعالیٰ میں ہوتا ہے حاصل کرتے ہیں مگر وہ کامل علم جو اُس مامور کو دیا جاتا ہے۔ کسی دوسرے کو نہیں مل سکتا اور خدا تعالیٰ کا علم تو پھر اور ہی رنگ رکھتا ہے۔ جب مامور کی تکذیب اور انکار حد تک پہنچ جاتا ہے تو پھر ٹھیک اسی طرح جیسے کہ زمیندار جب فصل پک جاتی ہے تو اُس کے کاٹنے کے واسطے درانتی کو درست کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی مکذبوں کے لئے تیاری کرتا ہے اور میں دیکھتا ہوں اب وہ وقت آ گیا ہے اور خدا تعالیٰ "ہر پہلو سے حجت پوری کر چکا ہے"۔

اس لئے اب ہماری جماعت کو چاہیے کہ وہ خاموشی سے آسمانی ہتھیار اور حربے کو دیکھے، دنیا میں ہم یہ قانون دیکھتے ہیں کہ جب ایک حاکم کو معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص مظلوم ہے تو وہ اس کی مدد کرتا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ جس کا علم سب سے زیادہ ہے صحیح اور یقینی ہے جو ہر حال کا بینا ہے۔ (جاننے والا ہے) کیوں اس مظلوم صادق کی مدد نہ کرے گا جو محض اس لئے ستایا گیا ہے کہ اُس نے اللہ تعالیٰ سے الہام پا کر یہ کہا "وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اصلاح خلق کے لئے بھیجا گیا ہے۔"

اللہ تعالیٰ اپنے راست باز بندوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا، وہ اُن کی مدد کرتا ہے لیکن ہاں یہ سنت اللہ ہے کہ وہ صبر سے کام لیتا ہے۔ یہ کہنا کہ خدا تعالیٰ کو اس تکذیب اور انکار کی خبر نہیں کفر ہے۔ وہ تو ابتداء سے جانتا ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے کیا کیا جاتا ہے۔

اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے دو فریق ہو گئے ہیں (۱): جس طرح ہماری جماعت شرح صدر سے اپنے آپ کو حق پر سمجھتی ہے۔ (۲): اسی طرح ہمارے مخالف اپنے غلو (حد سے گزرنا، مبالغہ آرائی) میں ہر قسم کی بے حیائی اور جھوٹ کو جائز سمجھتے ہیں۔ شیطان نے اُن کے دلوں میں اچھی طرح جما دیا ہے کہ ہماری نسبت ہر قسم کا افتراء (جھوٹ) اور بہتان اُن کے لئے جائز ہے اور نہ صرف ثواب کا کام سمجھتے ہیں بلکہ جائز سمجھتے ہیں۔ اس لئے اب نہایت ضروری ہے کہ ہم اپنی کوششوں کو اُن کے مقابلہ میں بالکل چھوڑ دیں۔ اور خدا تعالیٰ کے فیصلہ پر نگاہ رکھیں۔ اور جس قدر اپنا وقت اُن کی بیہودگیوں اور گالیوں کی طرف توجہ کرنے میں ضائع کریں۔

بہتر ہے کہ وہی وقت استغفار اور دعاؤں میں صرف کریں، ہماری جماعت کو ہمیشہ کے لئے یہ نصیحت یاد رکھنی چاہیے کہ وہ اُس امر کو مدنظر رکھیں جو میں بیان کرتا ہوں۔

مجھے ہمیشہ اگر کوئی خیال آتا ہے تو یہی آتا ہے کہ دنیا میں تو رشتے ناطے ہوتے ہیں بعض اُن میں سے خوبصورتی کے لحاظ سے ہوتے ہیں۔ بعض خاندان یا دولت کے لحاظ سے اور بعض طاقت کے لحاظ سے، لیکن جناب الٰہی کو اُن امور میں کسی کی پروا نہیں۔ اُس نے صاف طور پر بتا دیا ہے کہ انّ اکرمکم۔ سوائے وہ لوگو جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو۔ آسمان پر تم اُس وقت جماعت شمار کیے جاؤ گے۔ جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنج وقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو۔ یاد رکھو کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ جو تقویٰ سے خالی ہے۔

ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو۔ گالیاں سنو اور خوش رہو، ناکامیاں دیکھو اور پیوندمت توڑو۔ تم خدا کی آخری جماعت ہو۔ سو وہ نیک عمل دکھاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہوں۔ ہر ایک جو تم میں سست ہو جائے گا۔ وہ ایک گندی چیز کی طرح جماعت سے باہر پھینک دیا جائے گا اور حسرت سے مرے گا اور خدا کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔"

یہ وہ لفظوں کی تاثیر ہے جو دلوں پر اثر ڈالتی اور زندگیوں کا رخ موڑ دیتی ہے۔ ہمیں ضرورت اس امر کی ہے کہ عارف باللہ کے ان روح پرور الفاظ سے اپنا تعلق جوڑیں۔

نفس اور اس کی حالتیں

شیخ احمد فراز

نفس ایک عربی لفظ ہے جو کہ قرآن کریم میں آیا ہے Self, or Ego, Soul کے لئے یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ بعض دفعہ یہ لفظ مجموعی انسانوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور بعض اوقات ایک ایک انسان کے لئے یعنی اس کا استعمال انفرادی اور اجتماعی طور پر نوع انسانی اور روح کے لئے ہوتا ہے۔ صوفیا کے نزدیک نفس کی مختلف حالتیں Stages ہیں جن میں نفس امارہ، لوامہ، مطمئنہ، ملھمہ، راضیہ، مرضیہ، صافیہ شامل ہیں۔ نفس امارہ، لوامہ اور مطمئنہ سے تو عموماً لوگ واقف ہیں۔ لیکن صوفیا کے ہاں اور چار اصطلاحات بھی مروج ہیں۔ جو کہ دراصل نفس مطمئنہ کی قریبی حالتیں یا اسی کی مختلف شکلیں ہیں۔ تمام اصطلاحات کی تفصیل یہ ہے:

نفس امارہ:

نفس امارہ نفس کی وہ حالت ہے جس میں نفس انسانی شیطان کے پنجہ میں ہوتا ہے۔ نفس پر شیطان کا انتہائی غلبہ ہوتا ہے اس حالت کو روح حیوانی بھی کہتے ہیں۔ اس حالت میں اس کے رفیق شیطان ہوتے ہیں جو اسے الہام کرتے ہیں۔ اس حالت میں زندگی کا مقصد صرف حیوانی خواہشات کی تکمیل تک محدود ہوتا ہے۔ اس حالت میں انسان شیطان سے مقابلہ کی کوشش ہی نہیں کرتا۔

انسان گالیاں دیتا، جھوٹ بولتا، دوسروں کے حقوق غصب کرتا حتیٰ کہ قتل و خون ریزی سے بھی اجتناب نہیں کرتا۔ اس میں انسان کے خیالات جذبات، خواب اور عمل سب ناپاک ہوتے ہیں۔

نفس لوامہ:

چونکہ روحانیت میں تین طرح کے نور پائے جاتے ہیں:

(۱): نور وحی یا کتاب اللہ

(۲): نور انبیاء

(۳): نور اولیاء

جسے اسلام کی روشنی میں

(۱): نور قرآن

(۲): نور مصطفیٰ

(۳): نور اولیاء یا نور کاملین اتباع شریعت محمدیہ کہتے ہیں۔

جب یہ تینوں نور نفس امارہ کی حالت میں پھنسے ہوئے انسان کو پہنچتے ہیں تو وہ عقلی حالت میں داخل ہو جاتا ہے۔ یہ نور اسے روکتے اور باندھتے ہیں۔ لیکن شیطان بھی اپنے حربے استعمال کرتا ہے اور نفس انسانی کو امارہ کی طرف کھینچنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ انسان کبھی نور کی جانب جھکتا ہے اور کبھی ظلمت کی جانب۔

اسے نفس لوامہ کہتے ہیں۔ یہ علماء کا نفس ہوتا ہے۔ یہ حلال کی طرف توجہ کرتا ہے۔ حلال افعال، حلال اقوال کی طرف متوجہ کرتے ہیں لیکن پھر بھی اس میں گندگیاں باقی رہتی ہیں۔ مثلاً حسد، بغض، کینہ، عداوت وغیرہ لیکن یہ نفس برائیوں پر ملامت کرتا رہتا ہے۔

نفس مطمئنہ:

یہ نفس کی وہ حالت ہے جب ظلمات کے سب پردے چاک ہو جاتے اور نور کی ضیا پاشی بلاواسطہ قلب انسانی پر ہوتی ہے۔ نور قرآن، نور مصطفیٰ اور نور اولیاء کی شعاعیں یکجا ہو کر اس کو ایسا منور کرتی ہیں کہ وہ ان نوروں کا مثل دکھائی دیتا ہے۔ جس میں نفس مطمئنہ کی کیفیت پیدا ہو جائے وہ فرشتوں کے رنگ میں رنگین ہو جاتا ہے۔ نیکیوں کی طرف رغبت ہوتی ہے اور صرف اور صرف حلال کی طرف گرتا ہے۔ وہ آبشار کی طرح اللہ اور رسول کی طرف اترتا ہے۔ اس پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے

اور اسے بشارات کے تحائف پیش کیے جاتے ہیں۔

نفس ملہمہ:

یہ حالت دوسری اور تیسری حالت کے درمیان آتی ہے۔اس حالت میں جھکاؤ نفس مطمئنہ کی طرف ہوتا ہے۔اس کی کچھ شرائط ہیں:

(۱): تعجیل یعنی نیک کام کرنے میں جلدی کرنا اور اس میں سستی نہ ہونا

(۲): تحقیر یعنی نیک کاموں میں اپنے پر عیب لگانا یعنی اپنے آپ کو گناہ گار سمجھنا تاکہ عاجزی پیدا ہو۔

نفس راضیہ:

یہ حالت مطمئنہ کے بعد آتی ہے۔آدمی مکمل طور پر اللہ سے راضی ہوجاتا ہے۔حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ اولیاء کے نزدیک جلالی اور جمالی تجلی ایک ہی ہوتی ہے۔رابعہ بصریؒ فرماتی ہیں کہ میرے نصیب میں دکھوں کے سوا کچھ نہیں۔یعنی اس حالت میں انسان کو دکھ پہنچے یا سکھ وہ خدا کی ذات پر راضی رہتا ہے اور اسکے فیصلوں کو بطیّب خاطر قبول کرتا ہے۔حدیث میں ہے کہ مصائب کی زیادتی ثواب کی زیادتی کا باعث ہے اللہ جس قوم سے پیار کرتا ہے اس پر ایک مصیبت نازل کرتا ہے۔حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''میں اہل بلا ہوں جس کا جتنا درجہ ہوتا ہے اسے اتنے مصائب آتے ہیں''

نفس مرضیہ:

یہ مقام وہ مقام ہے جس میں اللہ کی رضا حاصل ہوجاتی ہے اور اس حالت میں انسان امن میں ہوتا ہے اور انسان بہترین اخلاق کا مالک بن چکا ہوتا ہے۔

نفس صافیہ:

اس میں اللہ کا رنگ کامل طور پر چڑھ چکا ہوتا ہے۔اس میں اللہ کی صفات کا پرتو انسان پر پڑتا ہے اور رسول کے اخلاق عالیہ میں سے حصہ پاتا ہے اور رسول کا عکس اس پر پڑتا ہے اور اس میں روح پاک وصاف ہوچکی ہوتی ہے۔

انتقال پُر ملال

معروف سماجی کارکن عبدالستار ایدھی کی غائبانہ نماز جنازہ

لاہور: معروف سماجی کارکن عبدالستار ایدھی کی غائبانہ نماز جنازہ 15 جولائی بروز جمعہ جامع دارالسلام میں ادا کی گئی۔نماز جنازہ کی امامت حضرت امیر قوم ایداللہ تعالیٰ نے کی۔نماز جنازہ میں ملک بھر سے کثیر تعداد میں احباب جماعت نے شرکت کی۔اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے حضرت امیر قوم نے عبدالستار ایدھی کی انسانیت کے لیے بے لوث خدمات کو سراہا۔انہوں نے کہا کہ عبدالستار ایدھی اس ملک کا سرمایا تھے جنھوں نے چھ دہائیوں تک دُکھی انسانیت کی خدمت کی۔حضرت امیر قوم نے عبدالستار ایدھی کے درجات کی بلندی کے لیے خصوصی دعا فرمائی اور عبدالستار ایدھی کے لواحقین کے لیے بھی صبر کی دعا فرمائی۔

بشارت احمد صاحب (کچھی ہزارہ)

تمام احباب جماعت کو انتہائی دکھ کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ جماعت کے کارکن بشارت احمد مورخہ 23 جولائی کو دل کا جان لیوا دورہ پڑنے سے انتقال فرما گئے۔مرحوم دارلسلام کالونی میں سیکورٹی سپروائزر کی حیثیت سے گزشتہ کئی برس سے خدمات سرانجام دے رہے تھے۔

حضرت امیر قوم نے نماز جنازہ کی امامت کی۔اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے حضرت امیر قوم نے مرحوم کی خدمات کو سراہا اور پسماندگان کے لیے صبر کی دعا کی۔

انگریزی سے ترجمہ: ہما خالد ایم اے

برلین مسجد، جرمنی میں تبلیغی سرگرمیاں

24 مئی تا26 جون2016ء میں زائرین کی آمد کی مختصر رپورٹ

از عامر عزیز الازھری، امام

مانیسوٹا، ڈلس، امریکہ یونیورسٹی کے طلباء کی آمد

24 مئی: محترمہ ہولی برنگ، پی ایچ ڈی جو مانیسوٹا یونیورسٹی، ڈلس، امریکہ کے شعبہ غیر ملکی زبانوں کے جرمن سیکشن کی استاد ہیں وہ اپنے طلباء کے ساتھ مسجد برلین تشریف لائیں۔ انہیں اسلام اور مسجد برلین کے متعلق مختصر تعارف کروایا گیا۔ اس کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ ہوا۔ یہ پروگرام نہایت دلچسپ رہا کیونکہ اس میں استاد اور طلباء نے بھرپور شرکت کی۔ خاتون انچارج صاحبہ کو قرآن مجید کا جرمن ترجمہ یونیورسٹی کی لائبریری کے لئے دیا گیا۔ انہوں نے اس تحفہ کا شکریہ ادا کیا۔

بین الاقوامی ویمن امن فیڈریشن کی طرف سے دعوت

25 مئی: بین الاقوامی خواتین کی امن فیڈریشن کی طرف سے امام مسجد برلین کو شرکت کی دعوت ملی۔ ''بین الاقوامی قانون کے فورم'' اس پروگرام میں اس بارے میں اسلامی نکتہ نگاہ اور اس کے ''واک'' میں حصہ لینا تھا۔ کوریا سے ڈاکٹر ربیکا جیانگ جو بین الاقوامی قانون کی ماہر ہیں۔ انہوں نے بین الاقوامی قانون اور اس زمانے میں اس کی ضرورت اور اہمیت پر ایک نہایت علم پرور تقریر کی۔ امام برلین مسجد محترم عامر عزیز صاحب نے اسلام کے بین الاقوامی قانون کے تصور کے بارے میں اپنے خیالات پیش کئے جن کو سامعین نے سراہا۔ مختلف مذاہب کے نمائندوں میں امام مسجد برلین کو ''امن واک'' میں اسلام کی نمائندگی کرنے کی پیشکش کی گئی۔ اس واک کی حفاظت کے لئے برلین پولیس کا ایک دستہ ساتھ ساتھ رہا۔ محترم عامر عزیز صاحب کا تعارف لاہور احمدیہ برلین مسجد کے امام کے طور پر کرایا گیا۔

مس سپی سٹیٹ یونیورسٹی، امریکہ کے اساتذہ اور طلباء کی مسجد میں آمد

26 مئی: مس سپی سٹیٹ یونیورسٹی، امریکہ کے اساتذہ اور طلباء کا ایک گروپ بلا اطلاع پہنچ گیا۔ اس گروپ میں ایک پاکستانی طالبہ بھی تھیں۔ مسجد دیکھنے کی زیادہ خواہش اسی طالبہ کی تھی۔ اور انہی کے اصرار پر یہ پروگرام بنا تھا۔ اس گروپ نے مسجد کی تاریخ اور اس کی سرگرمیوں میں گہری دلچسپی لی۔ گروپ کے تمام لوگوں کو ڈاکٹر زاہد عزیز صاحب کی کتاب ''اسلام پیس اینڈ ٹالرنس'' کی کاپیاں دی گئیں۔

انگلستان سے پیشہ ور فوٹو گرافر کی آمد

28 مئی: ایک ماہر فوٹو گرافر کریگ صاحب بروز جمعہ برلین مسجد میں تشریف لائے۔ انہوں نے نمازیوں کی تصاویر لیں۔ عید کے موقع پر بھی کریگ صاحب تشریف لائے اور اس مبارک تقریب کی خوبصورت تصاویر بنائیں۔

ڈیمنشیا کے مرض کے بارے میں ورکشاپ

29 مئی: ایونجلک چرچ کی جانب سے برلین مسجد میں ڈیمنشیا کے مرض میں مبتلا مریضوں کے بارے میں پر ایک روزہ ورکشاپ کا اہتمام کیا گیا۔ شرکاء

میں بڑی تعداد نرسوں، رضا کار ڈاکٹرز اور بزرگوں کے ہسپتال کے عملہ کی تھی۔ پروگرام کا دورانیہ صبح دس بجے سے شام ساڑھے چار بجے تک تھا۔ امام مسجد برلین نے جماعت احمدیہ اور اسلام کے تعارف سے پروگرام کا آغاز کیا۔ پروگرام کے اختتام پر قرآن کی تعلیمات میں ڈیمنشیا کے مرض میں مبتلا لوگوں کے متعلق ہدایات سے حاضرین کو آگاہ کیا گیا۔ یہ ایک معلوماتی پروگرام تھا۔ اسلام میں اس بارے میں تعلیمات کو بہت سراہا گیا۔

ماہر تعمیرات کی ایک وفد کے ساتھ مسجد میں آمد

5 جون: مسجد برلین کی تزئین و آرائش اور مرمت کا کام کرنے والے موجودہ ماہر تعمیر کے ہمراہ ایک وفد نے مسجد کا دورہ کیا۔ امام مسجد برلین کی جانب سے انہیں مسجد کی تاریخ کے متعلق بتایا گیا۔ ماہر تعمیر نے مسجد کے خوبصورت نقش و نگار کے متعلق وفد کو تفصیل سے آگاہ کیا۔

حلقہ اسلام میں شمولیت

اللہ تعالیٰ کے فضل سے برلن مسجد میں مزید تین افراد جن میں دو حضرات اور ایک خاتون شامل ہیں، نے اسلام قبول کیا۔ ان کو قرآن مجید کا نسخہ اور دیگر تصانیف پیش کی گئیں۔

(۱): برلین سے ڈسٹن ریحنن باخ صاحب نے 26 مئی 2016ء کو اسلام قبول کیا۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے ان کے لئے دوست رحمٰن کا اسلامی نام تجویز کیا۔

(۲): لیپ زش (مشرقی جرمنی) سے فرانل ٹل ٹیسٹر صاحب نے 7 جون 2016ء کو اسلام قبول کیا۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے ان کے لئے اسلامی نام فرحان تجویز کیا۔

(۳): برلین سے ہی کرسٹل بویڈ صاحبہ 17 جون 2016ء کو دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں۔ ان کے لئے حضرت امیر ایدہ اللہ کی جانب سے اسلامی نام کرن تجویز کیا گیا۔

ایک اور شخص کا قبول اسلام

5 جون: اللہ تعالیٰ کے فضل سے عید کے روز جونس صاحب نے اسلام قبول کیا۔ حضرت امیر نے ان کا اسلامی نام یونس تجویز کیا۔ یہ سب حضرت امیر کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ جرمن مشن بھرپور انداز میں اسلام کا پیغام لوگوں تک پہنچا رہا ہے۔ قبول اسلام کے موقع پر ایک افغانی نوجوان نے حضرت مولانا محمد علی کے ترجمہ قرآن پاک کے نسخہ کو بوسہ دے کر یونس صاحب کو پیش کیا۔ افغانی نوجوان کی یہ دیرینہ خواہش تھی۔

برلین مسجد کے ڈیزائنر کی پوتی کی آمد

5 جون: مسجد برلین کے ڈیزائن کرنے والے اور ماہر تعمیرات کے اے ہرمن صاحب مرحوم کی بھانجی عید کے روز مسجد تشریف لائیں۔ عید کی تقریب میں شرکت کر کے انہیں بے حد خوشی محسوس ہوئی۔ وہ ایک ایسی تنظیم کی رکن ہیں جو تاریخی عمارات کی حفاظت اور نگرانی کے کاموں میں رضا کارانہ طور پر حصہ لیتی ہے۔ انہوں نے اس مسجد کی مرمت اور حفاظت کے لئے اپنا کردار ادا کرنے کا وعدہ بھی کیا۔

ربوہ جماعت کے ممبران سے گفتگو

7 جون: ربوہ جماعت کا ایک خاندان مسجد تشریف لایا۔ شرکاء نے اختلاف سلسلہ کے متعلق ایک گھنٹہ طویل گفتگو کی۔ انہوں نے حضرت مولانا محمد علیؒ کے جرمن ترجمہ قرآن کا نسخہ خریدا۔

انڈونیشیائی وی ون کی مسجد میں آمد

9 جون: انڈونیشیاء چینل ون کی ایک رپورٹر اپنی ٹیم کے ہمراہ مسجد تشریف لائیں اور تقریباً تین گھنٹے تک رہیں۔ انہوں نے امام مسجد برلین محترم عامر عزیز صاحب کا مختصر انٹرویو لیا اور مسجد کی دستاویزی فلم بنائی۔ ان کو اسلام اور تحریک احمدیت کے متعلق کتابیں مہیا کی گئیں۔ یہ دستاویزی فلم انڈونیشیاء میں

ماہ رمضان میں دکھائی جائے گی۔

ہیونلی ورلڈ پیس ریسٹوریشن کا پروگرام

15 جون: ''آسمانی امن پروگرام کے قیام'' کی تنظیم نے ایک پروگرام منعقد کیا۔ جس میں اسلام، ہندومت اور عیسائی مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد نے شرکت کی۔ امام مسجد برلین نے اس بارے میں اسلامی نظریہ پیش کیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اسلامی نظریہ بے حد سراہا گیا۔ بعدازاں سوال و جواب کا ایک طویل سلسلہ چلا۔ اس پروگرام کی شاندار کامیابی کی وجہ سے اگلا پروگرام 28 جولائی 2016ء کو برلن مسجد میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

قادیانی احباب کی مسجد میں آمد

19 جون: چند روز قبل پاکستانی فوج کے ایک ریٹائرڈ کرنل کے ہمراہ کچھ قادیانی جماعت کے ممبران نے مسجد کا دورہ کیا۔ چار گھنٹہ کی اس طویل ملاقات میں اختلاف سلسلہ سے متعلق سیر حاصل گفتگو ہوئی۔ انہیں بھی جرمن ترجمہ قرآن کا نسخہ دیا گیا۔

فرائی یونیورسٹی برلین کی مسلمان طالبات کا وفد

19 جون: فرائی یونیورسٹی برلین کی مسلمان طالبات کے ایک وفد نے برلین مسجد کا دورہ کیا۔ اور انہیں سلسلہ احمدیہ کے متعلق تفصیل سے بتایا گیا۔ جرمن حکومت کی جانب سے یہ طالبات وظائف کے ذریعے تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ انہیں قرآن مجید کا جرمن نسخہ پیش کیا گیا۔ ایک طالبہ کو ان کی فرمائش پر قرآن پاک کا ترکی ترجمہ پیش کیا گیا۔

مرحوم ظفر اقبال صاحب کا جنازہ

21 جون: حضرت امیر ایدہ اللہ کی ہدایت پر امام مسجد برلین، عامر عزیز صاحب نے فرینکفرٹ میں ظفر اقبال صاحب مرحوم کے جنازہ میں شرکت کی۔ تدفین کے بعد مرحوم کے خاندان سے اظہار تعزیت اور مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی گئی۔ ظفر اقبال صاحب نے 2001ء کے آخری ایام میں برلین مسجد میں کچھ عرصہ امامت کے فرائض سرانجام دیئے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ آمین

ورکشاپ میں شرکت

26 جون: ملٹی ریلیجنز آف فیتھ کے سربراہ نے ایک ورکشاپ کا اہتمام کیا۔ امام مسجد برلین کو بھی اس معلوماتی ورکشاپ میں شرکت کا موقع ملا۔ اس پروگرام کے کوآرڈینیٹر کا تعلق یہودی مذہب سے تھا۔ اس خاتون کے دل میں اسلام اور ہماری مسجد سے متعلق بے حد عقیدت نظر آئی۔ یہ تنظیم ایک مذہبی میلہ کا انعقاد کرتی ہے جس کے لئے انہوں نے ہمیں بغیر معاوضہ کے ایک اسٹال لگانے کی دعوت دی۔ اس موقع پر ہماری چیدہ چیدہ کتب اور قرآن مجید کے تراجم کی نمائش کی گئی۔

☆☆☆☆

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہر بچہ فطرت صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں یعنی قریبی ماحول سے بچے کا ذہن متاثر ہوتا ہے جیسے جانور کا بچہ صحیح سالم پیدا ہوتا ہے، کیا تمہیں ان میں کوئی کان کٹا نظر آتا ہے؟ یعنی بعد میں لوگ اس کا کان کاٹتے ہیں اور اس سے عیب دار بنا دیتے ہیں۔ (بخاری شریف)

رپورٹ سالانہ تربیتی کورس

(17جولائی تا 31جولائی2016ء)

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امسال بھی گذشتہ سالوں کی طرح احمدیہ انجمن لاہور کا سالانہ تربیتی کورس17 جولائی تا31 جولائی2016ءمنعقد ہوا۔

اس کورس میں اندرون ملک سے طلباء کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

بعض طلباء کے ساتھ آئے ہوئے والدین اور سرپرستوں نے بھی استفادہ حاصل کیا۔

اس کورس کو بچوں کی صلاحیت اور تعلیم اور عمر کو مدنظر رکھتے ہوئے تین سکولوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔

سینئر سکول15 سال سے زائد

مڈل سکول11 تا15 سال

جونیئر سکول 11 سال تک

جونیئر سکول کے مزید دوسیکشن بنائے گئے

جونیئر سکول A 5 سال تک

جونیئر سکول B 5 تا11 سال

اس تربیتی کورس کے انچارج محترم فضل حق صاحب تھے۔انہوں نے اپنی ٹیم کے ساتھ مل کر اس تربیتی کورس کو کامیاب بنایا۔

اس کورس کا آغاز حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی نصائح اور دعاؤں سے ہوا۔

اس مرتبہ تربیتی کورس میں خصوصاً ایک دن یوم شہداء کے سلسلہ میں مخصوص کیا گیا۔ 17 جولائی کا دن شہید احمدیت محترم محمد انور شہیدؒ کی یاد میں منایا گیا۔ اس دن بچوں کو ان کی زندگی اور جماعت کے لئے ان کی خدمات اور ان کی شہادت کے واقعہ سے آگاہ کیا گیا۔

اس کورس کے ذریعے طالب علموں کو جن موضوعات سے روشناس کروایا گیا وہ یہ ہیں۔

''بیعت کی اہمیت، مجدد اعظم، وفات مسیح، ورکشاپ ڈاکٹر عبید اللہ سعید، مسیح موعود کی پیشگوئیاں، حضرت صاحب کے دعاوی، صوفیاء کی اصطلاحات اور حضرت صاحب، اعتراضات، تصور خلافت، تقابلِ ادیان، ڈاکٹر سعید احمد خان مرحوم، اخلاقیات، سیرت خیر البشر، نماز کی روح، قرآن وسائنس، حفظ وتجوید، تصور دجال، تصور جہاد، اختلاف سلسلہ، سورۃ فاتحہ، کشتی نوح، ختم نبوت''

ادائیگی نماز میں باقاعدگی کا خاص اہتمام کیا گیا اور نماز کے خاص نمبر تحریری امتحان میں شامل کئے گئے۔

نماز فجر کے بعد ملفوظات حضرت مسیح موعودؒ پڑھنے اور نماز مغرب کے بعد درس قرآن کا سلسلہ جاری رہا۔جس میں طلبہ و طالبات کی حاضری (شرکت) لازمی ٹھہرائی گئی۔بچوں اور نوجوانوں کے اعتماد اور ذہنی صلاحیت کو ابھارنے (نکھارنے) کے لئے تقریری اور کوئز مقابلوں کا اہتمام کیا گیا اور ان مقابلوں کے نمبر تحریری امتحان میں شامل کئے گئے۔ان دونوں مقابلوں میں بچوں اور نوجوانوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

بچوں، بچیوں اور نوجوانوں کی روحانی تربیت کے ساتھ جسمانی تربیت کا بھی خاص اہتمام کیا گیا۔بچوں اور نوجوانوں کے لئے فٹ بال ٹورنامنٹ کروایا گیا اور بچیوں کے لئے بیڈمنٹن کا انتظام کیا گیا۔

نتائج اس طرح رہے:

فٹ بال

فٹ بال ٹورنامنٹ میں چار ٹیموں نے حصہ لیا۔

پوزیشن	ٹیم	قیادت
اوّل	F	معیذ حسین
دوم	C	عبداللہ فیاض
سوم	E	ولید حسین
چہارم	B	حسیب عصمت
پنجم	D	نوید ملہی
ششم	A	حاشر احمد

بیڈ منٹن ٹورنامنٹ

(مڈل گروپ)

پوزیشن	قیادت
اوّل	آمنہ مشتاق
دوم	درشہوار

(سینئر گروپ)

پوزیشن	قیادت
اوّل	تبسم منظور
دوم	ثناء احمد

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود بچوں کی حوصلہ افزائی کے لئے گراؤنڈ میں تشریف لاتے رہے۔

بچوں کی تفریح کے لئے دارالسلام کالونی میں یوتھ ڈے کا انعقاد کیا گیا جس میں رسہ کشی، سپون ریس اور دیگر مختلف کھیلوں کے مقابلے کروائے گئے۔ اس پروگرام کے کامیاب انعقاد پر منتظم ہارون جاوید صاحب اور ان کی ٹیم کو دادِ تحسین پیش کی گئی۔

کورس کے اختتام سے قبل تحریری امتحان لیا گیا۔ اور اس کورس میں لاہور (احمدیہ بلڈنگس) سے آنے والی طالبہ ''فضہ آفتاب صاحبہ'' نے اوّل پوزیشن حاصل کی جس کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ''صاحبزادہ عبداللطیف شہید شیلڈ'' اور ''ڈاکٹر آصف حمید گولڈ میڈل'' اور دوسری پوزیشن ''حارثہ عزیز صاحبہ'' نے حاصل کی جس کو پروفیسر رضیہ مدد علی ''سلور میڈل'' اور انور شہید شیلڈ سالانہ دعائیہ پر دی جائے گی۔

مڈل سکول میں اوّل پوزیشن ''مظفر احمد'' نے حاصل کی جس کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ''حامدہ رحمٰن گولڈ میڈل'' اور ''پروفیسر خلیل الرحمٰن شیلڈ'' سالانہ دعائیہ پر دیں گے۔

مورخہ 30 جولائی 2016ء کو تربیتی کورس کی اختتامی تقریب منعقد ہوئی۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے مقابلہ جات میں پوزیشن حاصل کرنے والوں کو شیلڈز، کیش پرائز سے نوازا۔

آخر میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے تمام شرکاء کو دعاؤں سے رخصت کیا۔

سالانہ تربیتی کورس 2016ء کے مختلف مقابلہ جات میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء و طالبات کا نام درج ذیل ہیں۔

تقریری مقابلہ

سینئر سکول

اول: ثناء احمد

دوم: عالیہ ابرار

سوئم: عیشہ عزیز/ حارثہ عزیز

مڈل سکول

اول: مظفر احمد

دوم: سلینہ عزیز

سوئم: دانیال احمد و عبداللہ عثمان

جونیئر سکول۔ B

اول: آمنہ فضل الٰہی

دوم: محمد احمد سیال

سوئم: فادیہ رسول

جونیئر سکول۔ A

اول: سمیعہ ماجد

دوم: عبدالمعیز

سوئم: نصیبہ عبدالحق

کوئز مقابلہ:

سینئر سکول

اول: حارثہ عزیز

دوم: ثناء احمد

سوئم: فضہ آفتاب

مڈل سکول

اول: محمد علی

دوم: سکندر احمد

سوئم: مظفر احمد

جونیئر سکول۔ B

اول: اوصاف احمد

دوم: عمر حیات

سوئم: احسان احمد

جونیئر سکول۔ A

اول: نصیبہ عبدالحق

دوم: معیذ احمد

سوئم: تقی عثمان

تحریری امتحان

سینئر سکول

اول: فضہ آفتاب

دوم: حارثہ عزیز

سوئم: ثناء احمد

مڈل سکول

اول: مظفر احمد

دوم: محمد علی

سوئم: عبداللہ عثمان

جونیئر سکول۔ B

اول: مجاہد احمد

دوم: احسان احمد و عمر حیات

سوئم: ہمنا نور

جونیئر سکول۔A

اول: سمیعہ ماجد و تقی عثمان

دوم: عبدالمعیز و نصیبہ عبدالحق

سوئم: محمد احتشام

☆☆☆☆

خواتین کا صفحہ

غور طلب باتیں

دوہرے معیار

ارے بیٹی جلدی کاموں سے فارغ ہو جاؤ کیونکہ میرا خیال ہے کہ تمہاری بڑی بہن کو جا کر عید کے لئے لے آئیں وہاں سسرال میں کیا خاک عید کرے گی۔ وہاں نہ قربانی ہوگی نہ کوئی رونق، بوڑھے ساس سسر کے پاس بھلا کہاں مزہ آئے گا۔ لو بیٹی یاد آیا کہ اس کا شوہر بھی بیرون ملک سے نہیں آرہا۔ بیٹی نے ماں کی بات سنی اور شاہدہ باجی کے گھر جانے کی تیاری کرنے لگی۔ دوسرے کمرے میں کاموں میں مصروف نو بیاہتی بہو نمودار ہوئی۔ جس کی حالت نئی شادی شدہ نہیں بلکہ کسی بھکارن کا تصور دے رہی تھی۔ اس نے ساس اور نند کی صبح صبح تیاری دیکھی تو پوچھا کہ آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟ نند نے تمام تفصیل بتائی۔

بہو نے کہا امی جان یہ تو بہت خوشی کی بات ہے شاہدہ باجی عید کے لئے آئیں گی۔ دوسرے دن میں بھی اپنے میکے جاؤں گی میری دوسری بہنیں بھی اپنے اپنے گھروں سے آئیں گی۔ ویسے بھی میری پہلی عید ہے۔ میاں میرے جرمنی میں ہیں۔ ساس نے یہ بات سنی تو آگ بگولہ ہو گئیں۔

ارے کیا تک ہے شادی سے پہلے کی تمام عیدیں میکے میں ہی نہیں کیں۔ بیس سالوں میں چالیس عیدیں وہاں گزار آئی ہو۔ تمہاری کونسی ماں بیٹھی ہے جو انتظار کرے گی۔ رہا شوہر کا مسئلہ تو کیا ہم انسان نہیں۔ لڑکی سسرال میں صرف شوہر کے لئے نہیں آتی۔ اب یہ ہمارا مسئلہ نہیں کہ تمہاری بہنیں دوسرے شہروں سے آرہی ہیں۔ سنو میں شاہدہ کو لینے جا رہی ہوں۔ اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ آصفہ نے کبھی گوشت کو ہاتھ نہیں لگایا۔ رہی میں تو اس عمر میں کام کرنے کی ہمت نہیں تم تیاری کرو پرسوں عید ہے۔

یہ ایک عام گفتگو ہے۔ اس طرح کی صورت حال اکثر و بیشتر گھروں میں ہوتی ہے۔ ایک جیسی شخصیت، ایک سا گوشت پوست، ایک جیسا دل، جذبات، مگر ہمارے معیار دوہرے کیوں ہیں۔

دروازے پر نہایت زور سے دستک ہوئی۔ بوڑھی اماں جو چند منٹ پہلے نہایت غصے کے عالم میں ہسپتال سے لوٹی تھیں۔ باغ باغ ہو گئیں۔ یہ تار امریکہ سے ان کو نواسی کی پیدائش پر دیا گیا تھا۔ وہ صدقے واری جا رہی تھیں کہ خدا نے فضل کیا۔ میری بچی کی جان چھوٹی سی تھی جلدی فارغ ہو گئی۔ خدا نے گود بھر دی وغیرہ وغیرہ۔ وہ خود ہی بولتی جا رہی تھیں۔ ارے سنو لڑکیو! تمہاری بھانجی پیدا ہوئی ہے، مٹھائی منگواؤ، اڑوس پڑوس کا منہ میٹھا کرواؤ۔

بوڑھی اماں جان اس اچانک خوشی میں یہ بھول گئیں کہ وہ رات ہی ایک پوتی کی دادی بھی بنی ہیں اور ہسپتال سے بہو کا کھانا لینے گھر آئی تھیں۔ ایک بیٹی نے کہا خدا نے بھابھی کو بھی چاند سی بیٹی سے نوازا ہے مگر اماں آپ نے اس کو خوش ہو کر دیکھا بھی نہیں۔ بوڑھی اماں دوبارہ گویا ہوئیں۔ ارے بیٹا مدتوں سے بیٹے کی شادی کا ارمان تھا، خدا پوتے کا منہ دکھائے میں بھی پوتے کا منہ دیکھوں گی۔ مگر لڑکی ہو گئی اس نے تو لڑکیاں ہی پیدا کرنی ہیں۔ اماں سنیں رات ڈاکٹر صاحبہ مبارک باد کے ساتھ مٹھائی کا تقاضہ بھی کر رہی تھیں۔ ارے لڑکی پیدا ہوئی ہے کوئی لڑکا تھوڑی ہے جو خوشی میں میٹھائی بانٹی جائے۔ (بقیہ صفحہ نمبر 8)

آنکھ کے پانی سے یارو کچھ کرو اس کا علاج

ثناء احمد

(تقریر برموقع تربیتی کورس 2016ء)

آسمان اے غافلو اب آگ برسانے کو ہے۔ یہ حضرت مسیح موعودؑ کا ایک شعر ہے جو کہ انہوں نے زمانے کی روش کو دیکھ کر کہا تھا۔ اس کا سادہ مطلب تو یہ ہے کہ زمانہ فسق و فجور میں گھرا ہوا ہے۔ لوگوں میں پراگندہ خیالات اور ہر قسم کی برائی پھیل چکی ہے۔ جس طرح اسلام کے ظہور سے پہلے قرآن نے معاشرہ کا نقشہ یوں کھینچا تھا۔ ''زمین پر ہر طرف فساد برپا تھا''

اسی طرح حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانیؒ کے زمانہ میں سرزمین ہندوستان میں مسلمان زبوں حالی کا شکار تھے۔ لوگ دین ملا سے بیزار ہو کر عیسائیت اختیار کرتے جارہے تھے۔ تفرقہ بازی عام تھی اور ہر فرقہ کے لوگ دوسرے فرقہ کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج خیال کرتے تھے۔

ایسے موقع پر حضرت صاحب نے عوام الناس کو دعوت دی کہ وہ ان کے پاس آئیں تو وہ ان کی ملاقات اللہ سے کروادیں گے اور انہیں باخدا انسان بنا سکتے ہیں۔ اس وقت لوگوں نے حضرت صاحب کی تعلیمات پر عمل کیا۔ اور صحیح معنوں میں مومنین کی ایک جماعت ظہور میں آئی۔ حضرت صاحب کو فوت ہوئے سوسال سے زیادہ عرصہ ہو چکا آج پھر معاشرہ بدترین حالات کا شکار ہے۔ انسانی برادری کے معزز ارکان کسی ہچکچاہٹ اور شرم و حیا کے بغیر چوراہے پر کھڑے ہو کر بانگ دہل جھوٹ بولتے ہیں۔ بہتان تراشتی اور کردار کشی کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کو بدنام کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ انفرادی اور اجتماعی سطح پر سر بازار انسانوں کی خرید و فروخت کرتے ہیں۔ ناکردہ گناہوں کے عوض جان لینے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔ بلکہ راہ چلتے کو گولی مار دینے کو مردانگی، قتل و غارت اور لوٹ مار کو مشغلہ تصور کرتے ہیں۔

انسانوں کی سودے بازی، قمار بازی، رشوت، راہزنی، چور بازاری، ذخیرہ اندوزی، نشہ فروشی، سمگلنگ، ضمیر فروشی کو اپنا حق سمجھتے ہیں۔

منافقت، بددیانتی، بدعنوانی، بدعملی، تخریب کاری، دہشت گردی، لوٹ کھسوٹ کرتے ہوئے شرم محسوس نہیں کرتے بلکہ فخر کرتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ انسان اتنا سفاک اور خونخوار درندہ کیسے بن جاتا ہے کہ وہ اپنے ہی جیسے انسانوں کو زندہ جلانے اور گولیوں اور بموں سے اڑانے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ چند ٹکڑوں کے عوض ضمیر اور ایمان فروخت کر دیتا ہے۔ یہ ایک قہر ہے جو اللہ کی نافرمانی کے سبب مسلم پر وارد ہو چکا ہے اور پھر تخریب کار معصوم جانوں کو تلف کرنے پر لگے ہوئے ہیں تو دوسری طرف افواج پاکستان ان پر آگ برسا رہی ہے۔ یہ سنت اللہ ہے جو پوری ہو رہی ہے۔

قرآن بتاتا ہے کہ حق و باطل، سچ اور جھوٹ، غلط اور صحیح، نیک و بد میں امتیاز کرنے کی صلاحیت تقویٰ کی بدولت ہی نصیب ہوتی ہے۔ جب کوئی شخص اپنی زندگی پر تقویٰ نافذ کر لیتا ہے اور اسے اپنا لائحہ عمل بنا لیتا ہے تو پھر اسے ایک نور عطا ہوتا ہے جسے فرقان کہتے ہیں۔ اس کی بدولت انسان کا باطن منور ہوتا ہے پھر اسے ہر بُرے عمل اور حرام کام سے نفرت ہو جاتی ہے اور وہ ہر بری حرکت سے نفرت کرتا ہے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ انسان جیسی زیرک، باہوش اور صاحب فکر مخلوق اس

وقت ایسی بے ہودہ حرکتیں کرتی ہے جب وہ تقویٰ سے محروم ہو جاتا ہے اور اسے زندگی میں نافذ کرنے سے گریز کرے اور حق و باطل میں تمیز کرنے والے اس فرقان کے نور سے محروم رہے جو تقویٰ کی بدولت نصیب ہوتا ہے اس سے برائیوں کا شعور اور ان سے نفرت حاصل کرنے کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ انسان اپنے گناہوں سے توبہ کرنے کو اختیار کرے اور تقویٰ کی راہوں کو اختیار کرے۔

اس پر عادت اللہ اس طرح ہے کہ جب اللہ کی نافرمانی عروج پر ہو تو وہ آسمان سے ایسی آفات نازل فرماتا ہے جو انسان کے لئے عبرت کے سامان لئے ہوئے ہوتے ہیں۔غرض پاکستان پر دہشت گردی نے مخلوق خدا پر آگ برسا رکھی ہے۔بموں کے پھٹنے سے سینکڑوں انسان اپنی جان گنوا چکے ہیں اور ہزاروں لاچار ہو چکے ہیں۔زلزلے آرہے ہیں۔سکون غارت ہو چکا ہے۔مہنگائی کا یہ عالم ہے کہ انسان 2وقت کی روٹی بھی نہیں کھا سکتا۔اغوا برائے تاوان نے بڑے بڑے گھرانوں کا سکون چھین لیا ہے۔یہ سب کچھ صرف اور صرف اس لئے ہے کہ دنیا میں ایک مامور آیا پر دنیا نے اسے قبول نہیں کیا۔پر خدا بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر رہا ہے۔لیکن یہ عقل سے کام نہیں لیتے غرض بندگی کے تصور سے پہلوتہی اور تقویٰ کی طرف سے بے توجہی انسان کو انسان نہیں رہنے دیتی۔یہی وہ بیماری ہے جو اگر انسان کو لگ جائے تو وہ اخلاقی طور پر صحت مند نہیں رہتا اور غیر صحت مند رجحانات کا علم بردار بن جاتا ہے اور تخریبی و غیر صالح سرگرمیوں میں حصہ لینے لگ جاتا ہے پھر وہ نسل انسانی اور طبقاتی تعصّبات کو ہوا دیتا ہے۔ایک گروہ کو دوسرے گروہ سے لڑاتا ہے۔ان کے دلوں میں نفرت و کدورت کے بیج بوتا ہے۔الزام تراشی کرتا ہے اور جھوٹ بولتا ہے مگر پھر بھی خود کو مجرم اور قصوروار نہیں سمجھتا اس کے دل سے حق و باطل کی تمیز مٹ جاتی ہے وہ سچ اور جھوٹ میں تمیز کرنے سے قاصر ہوتا ہے اور کھرا اور کھوٹا پہچاننے کی صلاحیت کھو بیٹھتا ہے۔بدعملی، کج روی اور بداخلاقی کا مظاہرہ کرتا ہے۔غرض ابتدا سے انتہا تک سادہ معاشرہ، بدوضع، بے کردار، بیہودہ اور بے اصول ہو جاتا ہے اور کسی کو اس بے اصولی، بیہودگی اور بدنیتی پر شرم بھی نہیں آتی بلکہ سب افعال ضروری اور ترقی کا زینہ نظر آتے ہیں اور معیوب نظر آنے کی بجائے بھلے لگتے ہیں۔

مسلمانو! تم لوگ غافل کیسے رہ سکتے ہو۔کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہود کی قوم کو ہوا نے کیسے غارت کر دیا تھا اور نوح کی نافرمانی پر پانی کی لہریں کیسے عذاب لائیں تھیں۔کہیں عاد کی قوم برباد ہوئی تو کہیں ثمود کی قوم کو خدا نے نیست و نابود کر دیا۔ان واقعات میں ہمارے لئے سبق ہے کہ سدھر جاؤ، باز آجاؤ، خدا کے قہر کو دیکھو اور سہم جاؤ، تقویٰ اختیار کرو کیونکہ مسلمانو اگر یہ نہ کیا تو جان لو کہ آسمان بس اب آگ برسانے کو ہے۔اور اس کا علاج مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:

''آنکھ کے پانی سے یارو کچھ کرو اس کا علاج''

تو آنکھ کے پانی کو خدا کے حضور گرانے سے ہی زمین و آسمان کی آگ سرد پڑ سکتی ہے۔

☆☆☆☆☆

مضمون نگار حضرات کی خدمت میں گذارش

احباب و خواتین جماعت سے درخواست ہے کہ موجودہ حالات و مسائل کے پیش نظر مضامین لکھ کر ارسال فرمائیں۔ یہ آپ کا اخبار ہے۔ اسے زیادہ سے زیادہ متنوع بنانے کے لئے تعاون کی ضرورت ہے۔

پیغام صلح کے معیار کو بلند رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جارہی ہے۔ لیکن آپ کے تعاون کے بغیر اس کے معیار کو مزید بلند کرنا ممکن نہیں۔ اپنے قیمتی مضامین ایڈیٹر پیغام صلح کے نام ارسال فرمائیں۔

ایڈیٹر پیغام صلح

شبان الاحمدیہ مرکزیہ

بزمِ اطفال

تقدیر

حضرت علیؓ سے کسی شخص نے تقدیر کے بارے میں دریافت کیا کہ اگر تقدیر لکھی جا چکی ہے تو پھر ہمیں بھاگ دوڑ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جو لکھا جا چکا ہے وہی ہو گا۔

حضرت علیؓ نے اس شخص کو فرمایا:

''اپنا پاؤں اٹھا کر ٹانگ کو اوپر کر لو'' اس نے ایسا ہی کیا پھر حضرت علیؓ نے فرمایا: ''دوسری ٹانگ بھی اوپر کر لو'' اس شخص نے کہا جو مجھ سے ہو سکتا تھا وہ میں نے کیا یہ تو میرے بس میں نہیں''۔

حضرت علیؓ نے فرمایا:

''بس اسی طرح تقدیر ہے کہ کچھ اپنے بس میں اور کچھ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے''

مشہور فلسفی ابن طفیل نے لوگوں کو خوش ہو کر بتایا: ''اے لوگو! میں نے وہ راز پا لیا ہے جس سے انسانی معاشرہ خوش و خرم رہ سکتا ہے''

ایک دوست نے دریافت کیا۔ وہ کس طرح؟

ابن طفیل نے جواب دیا'' کائنات کی ہر چیز دوسروں کے لئے ہے، درخت اپنا پھل خود نہیں کھاتے، دریا اپنا پانی خود نہیں پیتا، یہ بہاریں یہ برساتیں، یہ نغمے سب دوسروں کے لئے ہیں۔ بس وہی زندگی اچھی ہے جو دوسروں کے لئے ہو۔

حیاء

ابوداؤد میں ہے کہ ایک خاتون جس کا لڑکا جنگ میں شہید ہو گیا تھا۔ اس کے متعلق دریافت کرنے کے لئے حضور نبی کریمؐ کے پاس آئی مگر اس حال میں بھی چہرے پر نقاب تھا۔ صحابہ کرام نے حیرت سے دریافت کیا کہ اس وقت بھی آپ کے چہرے پر نقاب ہے یعنی بیٹے کی شہادت کی خبر سن کر تو ایک ماں کو تن کا ہوش نہیں رہتا اور تم اس اطمینان کے ساتھ باہر آئی ہو۔

جواباً کہنے لگی:

''میں نے بیٹا ضرور کھویا ہے مگر اپنی حیاء نہیں کھوئی''۔

معلومات

☆ ناشپاتی کا درخت 300 سو سال پھل دیتا ہے۔
☆ انسانی بال گرمیوں میں زیادہ بڑھتے ہیں۔
☆ دنیا کا سب سے بڑا ریلوے سٹیشن روس میں ہے
☆ شہد کی مکھی کے چھتے میں 9 ہزار سوراخ ہوتے ہیں۔
☆ پاکستان کے ترانے میں اردو کے صرف ایک لفظ کا استعمال ہوا ہے۔

اچھی باتیں

☆ محنتی کا ہاتھ اسے کبھی نہ کبھی دولت مند بنا دیتا ہے
☆ بدترین ہے وہ شخص جو توبہ کی امید پر گناہ کرے۔

☆ سخت سے سخت دل کو ماں کی پرنم آنکھیں موم بنا دیتی ہیں۔

☆ تم نے موت کو حق جانا مگر اس کے لئے تیاری نہ کی۔

☆ تم نے مردوں کو دفن کیا مگر خود عبرت حاصل نہ کی

عبرت اور حقیقت

☆ کامیابی کے لئے لیاقت اور قابلیت کی اتنی ضرورت نہیں ہوتی جتنی محنت اور استقلال کی۔

☆ نمک میں ضرور کوئی پراسرار تقدس موجود ہے جو یہ ہمارے آنسوؤں میں بھی موجود ہے اور سمندر میں بھی

☆ وقت دو دھاری تلوار کی مانند ہوتا ہے کبھی ادھر سے کاٹتا ہے اور کبھی ادھر سے

قہقہے

ایک عورت جسے اپنے پڑوسیوں کے گھر جا کر باتیں کرنے کا بے حد شوق تھا، بیمار ہوگئی۔ اس نے اپنے شوہر سے کہا ''ڈاکٹر کو بلاؤ'' شوہر ڈاکٹر کو بلانے جانے لگا لیکن آدھے راستے سے واپس آ گیا اور کہنے لگا ''میں ڈاکٹر کو بلانے تو جا رہا ہوں تم یہ بتا دو کہ تم محلے کے کس گھر میں ہوگی تا کہ میں ڈاکٹر کو وہیں لے آؤں۔

استاد: کم سن کے کیا معنی ہیں؟

شاگرد: جناب! جو کم سنتا ہو۔

☆☆☆☆

ایک نابینا بوڑھی عورت

مدینہ کی جانب ایک چھوٹا سا گھر تھا جس میں ایک نابینا بوڑھی عورت رہتی تھی، جس کے پاس ایک ڈول، ایک بکری اور کھجور کے پتوں سے بنی چٹائی کے سوا دنیا کا کچھ سامان نہیں تھا۔ حضرت عمر بن الخطابؓ ہر شب اس عورت کی خبر گیری کیا کرتے تھے، اس کے لیے پانی کا انتظام کرتے اور اس کی حالت سنوارتے۔ اس بات کو ایک عرصہ بیت گیا۔ ایک دن حضرت عمرؓ اس کے گھر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ہر چیز باسلیقہ اور ترتیب کے ساتھ رکھی ہوئی ہے۔ فوراً سمجھ گئے کہ ضرور ان سے پہلے کوئی شخص آیا ہوگا، جس نے سارا کام درست کر دیا۔ اس کے بعد آپ بھی کئی بار آئے اور ہر مرتبہ دیکھتے کوئی شخص ان سے پہلے آ کر گھر کا کام کر جاتا ہے اور گھر کی صفائی وغیرہ کر جاتا ہے۔

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ معلوم کرنے کے لیے کہ آخر کون ان سے پہلے آ کر سارے کام کر جاتا ہے، گھر کے قریب کسی کونے میں چھپ گئے۔ اچانک ایک آدمی کو گھر کے قریب آتے دیکھا، اس نے دروازہ کھٹکھٹایا، پھر اندر چلا گیا۔ وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے۔ جو ان دنوں مسلمانوں کے خلیفہ تھے۔ حضرت عمرؓ اس پوشیدہ جگہ سے باہر آئے، آپؓ کے لیے حقیقت امر واضح ہوگئی۔ اپنے آپ سے اظہار تعجب کرتے ہوئے کہنے لگے: ''ابوبکرؓ! خدا کی قسم تم ہی ہو سکتے ہو، خدا کی قسم! تم ہی ہو سکتے ہو۔'' (دانیال احمد)

مدثر عزیز (مدیر) پیغام صلح انٹرنیشنل نے دفتر 8-7 برنیئر سٹریٹ 10713 برلن (جرمنی) سے شائع کیا

کلام حضرت مسیح موعودؑ

در مدحِ سرورِ کائناتؐ

چوں زمن آید ثنائے سرورِ عالی تبار — عاجز از مدحش زمین و آسمان و ہردو دار

آں مقام قرب کو دارد بدلدارِ قدیم — کس نداند شانِ آں از واصلانِ کردگار

سرورِ خاصانِ حق شاہِ گروہ عاشقاں — آنکہ روحش کرد طے ہر منزلِ وصل نگار

آنکہ دارد قربِ خاص اندر جنابِ پاکِ حق — آنکہ شانِ اُونہ فہمد کس ز خاصان دکبار

صدر بزم آسمان و حجۃ اللہ بر زمیں — ذات خالق را نشانے بس بزرگ و استوار

ہر رگ و تار وجودش خانہ یارِ ازل — ہر دم و ہر ذرہ اش پُر از جمالِ دوستدار

ہست او از عقل و فکر و وہم مردم دُور تر — کے مجال فکر تاآں بحر نا پیدا کنار

روح او درگفتن قول بلیٰ اول کسے — آدم توحید و پیش از آدمش پیوند یار

کشتہ قوم و فدائے خلق و قربان جہاں — نے بجسم خویش میلش نے بنفس خویش کار

یا نبی اللہ توئی خورشید رہ ہائے ہدیٰ — بے تو نارد روبراہے عارفِ پرہیز گار

ترجمہ:

☆ مجھ سے اس عالی قدر سردار کی ثنا کس طرح ہو سکے جس کی مدح سے زمین و آسمان اور دونوں جہان عاجز ہیں۔

☆ وہ مقام قرب جو اسے اللہ کے ہاں حاصل ہے اس کی کیفیت کو واصلانِ بارگاہ الٰہی میں سے کوئی بھی نہیں جانتا۔

☆ وہ خاصانِ حق کا سردار ہے اور عشاق کا بادشاہ ہے۔ جس نے وصل محبوب کی ہر منزل کو طے کرلیا ہے۔

☆ وہ مقام قرب جو اسے اللہ کی جناب میں ہے اس کی شان و عظمت کو خواص اور بزرگ بھی نہیں جانتے۔

☆ وہ بزم آسمانی کا صدر اور زمین پر اللہ کی حجت ہے اور خدا تعالیٰ کی ہستی کا عظیم الشان نشان ہے۔

☆ اس کے وجود کا ہر رگ و ریشہ خدا تعالیٰ کا گھر ہے اور اس کا ہر سانس اور ہر ذرہ خدا تعالیٰ کے نور سے منور ہے۔

☆ وہ انسان کے عقل و فکر اور وہم سے بالا ہے فکر کی کیا مجال کہ اس بحر ناپیدا کنار تک پہنچ سکے۔

☆ اس کی روح قول بلیٰ کہتے ہیں سب سے اول ہے وہ توحید کا آدم اور آدم کی تخلیق سے قبل اس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے تھا۔

☆ وہ کشتہ قوم فدائے خلق اور اہل دنیا پر قربان تھا اسے اپنے جسم و جان سے کوئی کام نہ تھا۔

☆ اے نبی اللہ آپ ہی ہدایت کی راہوں کے سورج ہیں آپ کے بغیر کوئی عارف اور پرہیز گار ہدایت نہیں پا سکتا۔

(درثمین فارسی)